رجسٹرڈ ایل نمبر

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انہ اوی القریہ

الحکم

Digitized by Khilafat Library

چہ گوئیم باگرائی چہادر قادیان بنی	دو ابنی شفا بنی غرض دارالامان بنی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ (۱) عوام سے صر (۲) خواص معاونین سے عـ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) ہر غیر مذاہب والوں سے ۱۲ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگون سے عـ

نمبر ۹ | دارالامان قادیان مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۲۳ھ | جلد ۹

فہرست مضامین

اطلاع ضروری

تفسیر القرآن جلد دوم (جو سورۃ آل عمران سے شروع ہوئی ہے) کا پہلا اور دوسرا نمبر لکہا جا رہا ہے جو انشاء اللہ العزیز جلد تیار ہو جاویگا۔ اب امر کی پابندی کسیقدر مشکل معلوم ہوتی ہے کہ سال مین تین یا چار سیپارے پورے کئے جاوین کیونکہ قرآن کریم کے حقایق کو بیان کرتے وقت اس کشف حقایق کے زمانہ مین میرے نزدیک یہ بڑا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کا گلا گہونٹ کر ختم کیا جاوے۔ اسلئے مینے اس جلد مین اس امر کی پرواہ نہین کرنی چاہی کہ کسقدر حصہ قرآن کریم کا آتا ہے لکہہ جہانتک ایک آیت یا لفظ کے متعلق مجہے ضروری مواد مل سکا ہے مینے اس کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے ہر چند مین کوشش کرونگا کہ جسقدر زیادہ حصہ بیان ہو سکے بیان کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ سورہ آل عمران بجائے خود ہمارے مخالفون اور ہمارے درمیان ایک فیصلہ کن سورۃ ہے اور اس مین اکثر مضامین بہت بحث طلب ہین اسلئے بہی کسیقدر وضاحت سے کلام کرنا پڑیگا۔ (یعقوب)

اصلاح

تفسیر القرآن جلد اول کے نمبر سوم کے صفحہ دوم پر رکوع ۳۵ کے بالمقابل جو ترجمہ دیا گیا ہے اس مین ایک غلطی رہگئی ہے اس لئے جن صاحبون کے پاس وہ نمبر پہونچ چکا ہے وہ درست کرلین۔

یا یہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم الایۃ کا ترجمہ رہگیا ہے جو یہ ہے

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلانے یا ایذا رسانی سے اس شخص کی طرح اکارت نہ کرو جو اپنا مال لوگون کو دکہانے کیلئے صرف کرتا ہے اور اللہ تعالے اور یوم آخرت پر ایمان نہین رکہتا اسکی مثال اس سخت پتھر کی سی ہے جس پر کچہہ مٹی پڑی ہوا در اسپر زور کا مینہ برسے اور اسکو صاف سل چہوڑ دے۔ جو کچہہ انہون نے کمایا اس مین سے وہ کسی چیز کی قدرت نہین رکہتے اور کافر جو کام کر رہے ہین وہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے نہین یا اللہ کافرون کو بامراد نہین کریگا“

اس ترجمہ کی بجائے اس رکوع کی آخری آیت کا ترجمہ جو ترجمہ والے کالم کی سطر دس سے لیکر سترہ تک ہے درج ہو گیا ہے۔ ناظرین اصلاح کرلین جلد دوم کے نمبر اول و دوم کے اصلاحی سلپ چہاپ کر بہیجدونگا انشاء اللہ۔ یہ غلطی چودہری نصر اللہ خانصاحب پلیڈر سیالکوٹ نے مجہے بتائی ہے اللہ تعالی انکو جزائے خیر دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے معزز ناظرین کسی غور اور مزے سے اسکو پڑہتے ہین۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم و تفسیر القرآن

انا للہ وانا الیہ راجعون

کپورتہلہ سے نہایت افسوسناک خبر ملی ہے کہ میرے مکرم مخدوم مرحوم بہائی محمد خانصاحب کے دوسرے بیٹے عبد الحمید صاحب جو عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو اس جہان سے رخصت ہوگئے۔ مرحوم ایک سعید جوان تہا۔ مرحوم باپ کیطرح انکہون مین حیا مروت اور کم گوئی کی عادت تہی۔ اللہ تعالی اسے اپنے فضل و رحمت کے سایہ مین جگہ دے اور اس کے محزون بہائی منشی عبد المجید خان صاحب اور بیتاب والدہ کو صبر جمیل عطا کرے۔ اسکی موت کے متعلق مفتی فضل الرحمن صاحب ذیل کی چٹہی چہاپنے کو بہیجی ہے۔ ایڈیٹر

یہ دار فنا کیا کبہون حسرت کا مکان ہے
سرمایۂ آرام تہا مین کہان ہے
خورشید خوشی کا جو کہین جلوہ نما ہو
نوالفور دمین ابر تحیر مین نہان ہے

بہت کم احباب ایسے ہونگے جو ہمارے مکرم و معظم بہائی میاں محمد خانصاحب مرحوم ساکن کپورتہلہ کے نام سے ناواقف ہونگے خانصاحب مرحوم حضرت اقدس مسیح موعود کے بڑے جان نثار اور سچے خادم اور مخلص مرید تہے ابہی تہوڑا عرصہ ہوا ہے کہ خانصاحب عین عالم شباب مین اس دنیا ناپائدار کو خیرباد کہکر جاودانی کا رستہ لیا ہے خانصاحب مرحوم کتنے روزگار تہے اور دنیا مین حضرت مسیح علیہ السلام کی اتباع کا کامل نمونہ تہے اونکی وفات پر حضور علیہ السلام کو الہام ہوا تہا کہ (اولاد سے ملائم سلوک کیا جاویگا) چنانچہ اسکو پورا ہوتے ہوئے سبہی نے اپنی آنکہون سے دیکہ لیا اسکا زندہ ثبوت اون کے فرزند رشید میان عبد المجید خان صاحب سلمہ ربی موجود ہین۔ اور اپنے والد مرحوم کے عہدہ پر سرفراز ہین ابہی خانصاحب مرحوم کی جدائی کا غم ہمارے سینہ مین تازہ ہی تازہ تہا کہ آج اون کے دوسرے فرزند رشید میان عبد الحمید خان جو میان عبد المجید خانصاحب سے دو سال چہوٹے تہے اور اپنے والد مرحوم کے قدم بقدم چلتے تہے ٹہیک ۲ بجے بعد دوپہر اس جہان فانی کو چہوڑ کر اپنے والد مرحوم کے پہلو بہ پہلو جا لیٹے یہ صدمہ کچہہ تہوڑا نہین خصوصاً انکی والدہ کیلئے بہت ہی سخت صدمہ ہے مین اپنے احمدی احباب کی خدمت مین دونو ہاتہہ باادب التجا کرتا ہون کہ اول تو وہ سب بہائی اپنے اپنے شہر مین اس مرحوم کا جنازہ پڑہین اور دعا مغفرت کرین۔ دوم وہ اس یتیم کی دعا فرمائین انکی والدہ کیلئے دعا کرین کہ مولا کریم انکو صبر کی توفیق دیوے۔ کیونکہ یہ صدمہ ان کیواسطے ناقابل برداشت ہو رہا ہے۔

ایک نیا دعویٰ

اگرچہ حضرت سلیمان کا یہ قول ہے کہ آفتاب کے نیچے کوئی نئی شے نہیں لیکن جب کوئی نئے وجود میں آتی یا کوئی نئی بات ہوتی ہے تو لوگ مجازاً اکثر یہی دیتے ہیں کہ یہ ایک نئی شے یا نئی بات ہے ایک نئی شے یا نئی طاقت کے اظہار یا نئے دعوے کے پیش کرنے سے پہلے صدہا لوگ اون دعاوی یا اون اظہارات کی تائید میں ہوتے ہیں اور خود اون کے اپنے دلون میں بہی بعض اوقات ایسے خیالات اٹہتے ہیں لیکن جب کسی خاص آدمی کی جانب سے اونکا اظہار یا اعلان کیا جاتا ہے تو اکثر لوگ اوسکی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہین چند ہی ایسے جری نکلتے ہین جو حق الامر کی جہت سے تصدیق کرتے ہوں بشرطیکہ وہ حق الامر ہو بہی۔ بہت دفعہ ایسا انکار یا اعتراض صرف اسواسطے کیا جاتا ہے کہ ایسا خیال یا ایسا دعویٰ یا انکشاف کسی ایسے آدمی کی جانب سے یا ایسے آدمی کے موںہہ سے ہوا ہے جسے انکار کرنے والے کسی اور وجہہ سے پسند نہین کرتے ہیں لوگوں کی طبیعتوں میں جو نسبتی معیار کی مقدار یا وزن بہت کچہہ ہوتا ہے لوگ یہ سوچا کرتے ہین کہ اگر یہ بات فلان شخص کہہ دیتا یا فلان کے موںہہ سے نکلتی تو ضرور قابل یقین کرنے کے تہی لیکن چونکہ یہ فلان کے موںہہ سے نکلی ہے اس واسطے قابل تسلیم کرنے کے نہین ہے اکثر اختلافات کی وجہہ یہی **نسبتی معیار** ہے۔

جب سے مرزا صاحب نے مہاراج کرشن کے اوصاف مین آنے کا دعوے کیا ہے اکثر مسلمانون مین ایک گہبراہٹ سی پیدا ہو گئی ہے بعض لوگ اسے ایک شائستہ نکتہ چینی کی نگاہون سے دیکہتے ہیں اور اسپر غور کرتے ہین اور بعض کے نزدیک یہہ بہی ایک تازہ مشغلہ ہو گیا ہے۔

جو لوگ قبل از اعلان اس دعوے کے اسی مین تعلیم قرآن کی خوبی بتلاتے تہے وہ بہی اوس نسبتی معیار کی تاثیر سے اسکے مخالف اور نکتہ چین ہو گئے ہین اگر مرزا صاحب کے موںہہ سے یہہ کلمات نہ نکلتے تو شاید ابہی ایک اور عرصہ تک بہی اس مشرب کے قابل رہتے جس کا مرزا صاحب نے اعلان کیا ہے بہت لوگ اس امر کے قائل ہین کہ قرآن مجید، آنحضرت ہر ملک اور ہر قدم مین ایک ہادی۔ **ایک برگزیدہ** آنے کے معترف مین قائل ہی نہین تہے بلکہ اسپر مصر بہی تہے خدا کی شان مرزا صاحب کے موںہہ سے نکلتے ہی وہ مقام تاویلین گندہ اور بوسیدہ ہو گئین یہانتک کہ قرآن مجید مین یہہ تعلیم ہی نہ ہی۔ **مرزا مظہر جان جانان** اور خدا جانے اور کس کس کے مقولے اس تعلیم کی تائید مین بیان کیے جاتے تہے اور اون پر یہہ تائید نصوص اور احادیث زور دیا جاتا تہا وہ سب کے سب صرف اس خاطر دل کے ذہن مین چہپ گئے کہ مرزا صاحب کے موںہہ سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے ایک صندی شخص کہا کرتا تہا کہ فلان شخص جو کچہہ کہتا ہے وہ سچ ہے برحق اور درست مگر چونکہ وہ کہتا ہے اسواسطے برحق نہین ہے یہی حال اس مسئلہ کا ہوا ہے سیالکوٹ یا لاہور کے جلسہ تک تو اسپر اچہے اچہے عالمون کا اعتقاد بالیقین تہا اور یہہ بہی خوبی ہائے قرآنی مین داخل تہا مگر جب سے مرزا صاحب کے موںہہ سے نکل گیا بس اوس سب صداقت پر پانی پہر گیا مین نہین جانتا مسلمانون کی ایسی صداقتوں کا در اصل وجود کیا ہے اور یہ کیسی خوفناک اخلاقی جرأت سے بے جائی اور حق پرستی تو اس مین تہی کہ جو لوگ اس مسئلہ کے پیشتر سے ہی قائل اور مصدق تہے وہ ڈنکے کی چوٹ کہہ اٹہتے کہ جو کچہہ مرزا صاحب نے کہا ہے وہ درست تو ہے لیکن یہ درست نہین کہ مرزا صاحب ان کرشنی اوصاف کے متصف ہین اس مین نہ تو مرزا صاحب کی تصدیق ہوتی تہی اور نہ اون کا ترسد یہہ **ایک حق بات تہی** افسوس ہمارے علماء کرام کی طبیعتون مین کسقدر ضد اور ہٹ ہے اب اسپر اڑے جاتے ہین کہ چونکہ یہہ خیال مرزا صاحب کی زبانی سرمعرض اظہار مین آیا ہے اسواسطے وہ سرے سے ہی غلط ہے۔

اگر میری رائے پوچہو تو جو کچہہ مرزا صاحب نے کہا ہے یہہ بحث الگ رکہکر کہ وہ خود بہی اس کے متصف مین یا نہین اوس قرآنی تعلیم پر نئے یا عملی الفاظ مین روشنی ڈالی ہے جو شروع سے قرآنی خوبی کی تسلیم ہوتا آیا ہے **میرزا مظہر جان جانان** مرحوم نے صدیون سے یہ مانا ہوا تہا۔ مین کہتا ہون ان سوالات کا کیا جواب ہو سکتا ہے۔

"کیا ہندوستان مین کوئی قوم رہتی تہی"

"وہ اوس خدا کی خدائی سے باہر تہی جو عرب یا شام کا خدا تہا۔"

"کیا عرب و شام سے کوئی نبی یا رسول ہند مین آیا تہا۔"

"کیا خدا پر ان لوگون کی ہدایت ضروری نہ تہی۔"

"کیا ان کی ہدایت کے واسطے کوئی نبی بہیجا گیا۔"

"اگر نہین بہیجا گیا تو کیون۔"

"جن ملکون مین بہیجا گیا اون مین خدا کے نزدیک کیا کچہہ فوقیت تہی۔"

"کیا یہ لوگ اس حالت مین خدا کے سامنے جواب دہ ہو سکتے ہین۔"

"کیا اس حالت مین ان کا کوئی قصور ہے۔"

"کیا قرآن مجید مین کل انبیاء کا ذکر نام بنام آگیا ہے۔"

"کیا قرآن مجید مین یہ آگیا ہے کہ ہندوستان مین کوئی نبی نہین بہیجا گیا تہا۔"

"میرزا صاحب پر مسخری کرنے سے ہمارے علمائے کرام پہلے ان سوالات کا جواب پیدا کرلین اور پہر گفتگو کرین یون اعتراض کون نہین کرسکتا ہے۔

اگر اس دعوے کا دوسرا رخ دیکہین تو اس قرآن کی اوس صداقت اور خدا کی اوس رحمانیت کا ثبوت ملتا ہے جو کسی دوسری آسمانی کتاب مین نہین پائی جاتی ہے اور اس سے ایک ہوشمند سوچ سکتا ہے کہ قرآن اور وہ ذات اقدس جسپر قرآن نازل ہوا کہان تک سرچشمۂ انصاف اور سرچشمۂ حق پسندی تہے یہہ ثابت اور یہہ ظاہر ہے۔ کہ چونکہ قرآن اور قرآن کا لانے والا سب سے پیچہے آیا تہا اس واسطے کل پہلی قومین اور کل مذاہب اوسکے حاسد اور دشمن تہے اور ایسا ہونا لازمی تہا کون کسی بعد مین آنے والے کو پسند کرتا ہے مگر قرآن اور اوسکے لانے والے نے ان سب عداوتون اور تضاد کو بالائے طاق رکہکر اعلان حق سے چشم پوشی اور سکوت نہ کیا جس جس ملک اور جس جس قوم کا جو کچہہ حق واجبی تہا اوسکے دینے یا اقرار سے ہرگز دریغ نہ کیا **حق بہ حقدار باید رسانید** سچ کر دکہایا۔ ایک کتاب انجیل بہی ہے جس مین حضرت مسیح کہتے ہین جو مجہہ سے **پہلے آنے والے مین سب چور اور بٹ مار تہے**" اور ایک قرآن اور محمد ہے جو صریح الفاظ مین اپنے سے پہلے آنے والے بزرگون کی دلائل سے تصدیق کرتا ہے کیا کوئی ایسی دوسری آسمانی کتاب بہی ہے کیا کوئی ایسا دوسرا صحیفہ بہی ہے جو اس انصاف اور اس بے تعلق سے واقعات پر روشنی ڈال رہا ہو وید سے کیا ثابت ہو سکتا ہے اور انجیل کیا تصدیق کر سکتی ہے قرآن ہی ایک ایسی جامع اور اکمل شہادت ہے جو ان واقعات کی تصدیق کرتی ہے کون ہین وہ کم اندیش جو قرآن کو اور اوس کے بانی کو نعوذ باللہ برا کہتے ہین کون ہین وہ لوگ جو اوس کی شان اعلےٰ مین گستاخی کرتے ہین کون ہین وہ جو اس بے رو رعایت شہادت پر یقین نہین کرتے یہہ قول حکم اور کس کتاب مین لکہا پاتے ہین اور یہہ انصاف اور کس آسمانی صحیفہ مین ادا کیا گیا ہے۔

اگر انصاف کوئی شئے ہے تو ضرور ماننا ہی پڑیگا کہ قرآن اور اوس کا لانیوالا انصاف کا حامی اور صداقت کا عاشق تہا وہ سب سے پیچہے آیا اور اُسے سب نے دشمن اور اجنبی جانا لیکن اوس نے انصاف اور حق پرستی ہاتہہ سے نہ دی۔

اگر اسوقت کے مسلمان محمد کے زمانہ مقدس مین ہوتے تو ضرور اون کی خدمت مین عرض کرتے ہندوستانی اوتارون اور نبیون کی تصدیق کرنے سے ہماری مسلمانی مین فرق اور انقلاب آنیکا اندیشہ ہے اسواسطے اب خاموش رہین اور شاید بعض نعوذ باللہ اوس ذات اقدس اور مخزن انصاف سے روگردان بہی ہو جاتے ہائے افسوس جو باتین قرآن کی عظمت کی ہین اوس سے صریح انکار کیا جاتا ہے اور انہین صرف اس وجہہ سے جہٹلایا جاتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی زبان سے نکلی ہین **دوستو۔ عزیزو۔** میرزا صاحب خدا کو واحد مانتے ہین اور آنحضرت کی رسالت اور جلالت کے قائل اور معترف ہین آؤ اوس سے بہی انکار کرین اگر میرزا ایک خدا کہتا ہے تو ہم دو کہین اگر وہ دو کہتا ہے تو ہم چار کے قائل ہو جاوین چونکہ مرزا صاحب **اتنک رسالت محمدی کے دلدادہ ہین** اسواسطے لازمی ہے کہ ہم صرف نسبتی معیار کی پابندی سے نعوذ باللہ آنحضرت کی رسالت سے بہی اعراض کرین۔

مین نہین کہتا تم مرزا صاحب کے دعاوی کی بلا پوچہے سمجہے تائید یا تصدیق کرو مین تو یہ کہتا ہون کہ اگر مرزا صاحب کی زبان سے کوئی صداقت نکلی ہے تو اوس سے کیون انکار کیا جاوے کیا یہہ طرز عمل خود صداقت کے خلاف نہین ہے جب مرزا صاحب نے جمعہ کی تعطیل کا جہگڑا چہیڑا تو اکثر حضرات نے اس نیک تجویز سے صرف اس واسطے انکار کر دیا کہ وہ مرزا صاحب کے موںہہ سے نکلی ہے مین نے اپنے ایک انکاری دوست کو کہا کہ چونکہ مرزا صاحب **جمعہ کی تائید** کرتے ہین اسواسطے آؤ ہم جمعہ سے ہی منکر ہو جاوین۔

سلیم طریق تو یہ ہے کہ ہمارے علماء خواہ سنی ہون خواہ شیعہ اور خواہ نیچری اور خواہ مہدی اور خواہ صوفی منش جو سچی بلا اختلاف بات ہو اوسکی تصدیق کرین خواہ کسی موںہہ سے سرزد ہو اور نکلے اگر یہ طریق عمل اختیار کیا جاوے تو کسقدر جہگڑے کم ہو جاویں ذہن نسبتی **معیار** ہر جگہ اور ہر موقعہ پر کام نہین دے سکتا صداقت اور حق پرستی ہی ہر موقعہ پر کام دینے کے قابل ہے مسیح کی **وفات کی** نسبت ہی نہین بلکہ مسیح کی تولید کی نسبت بہی جب سرسید مرحوم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تہا تو اسقدر شور و شر نہین تہا اب مرزا صاحب کے موںہہ سے جو یہ بات نکلی تو قیامت آگئی اور اب بہی جب سرسید کا نام

ان مسائل کی نسبت کیا جاتا ہے تو علماء خاموش ہو جاتے تھے وہ جوش نہیں باقی رہتا مگر جب مرزا صاحب کے اس اجتہاد کا ذکر آتا ہے تو خون خوار ہو جاتے ہین کیا یہ طریق عمل **انصاف کا حامی** ہے فرق تو کوئی نہیں سرسید مرحوم وفات مسیح کے قائل ہو کر ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ وہ **یوسف کا لڑکا** تھا اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ وہ بن باپ ہو اور مرزا صاحب یہہ کہتے ہین کہ وہ مرا تو ضرور ہے لیکن خدا کی قدرت سے بلا باپ پیدا ہوا تھا اور ادہر سے یہ اضافہ ہو گیا کہ مین بھی حضرت **مسیح کے اوصاف مین آیا ہون** اور حضرت صلعم کا غلام ہون اور سرسید یہہ بھی کہتے تھے کہ مسیح نے پہر کب آنا ہے یہہ ایک خلاف قیاس مسئلہ ہے مرزا صاحب نے آنے کی تو تصدیق کی مگر اس طرح پر کہ وہ آسمان سے نہیں اترے گا اور نہ آسمان مین اوس کے واسطے کوئی نردبان لگایا جاوے گا بلکہ اوس کے اوصاف مین کوئی اور شخص آویگا اور اس زمانہ مین اون اوصاف مین ۔ مین آیا ہون ۔ غور کرو ان دونون تاویلون میں کسقدر فرق ہے جو لوگ مسیح کا اوس جسمانی حالت مین آنا بیان کرتے ہین جو اب تک آسمان پر بطور امانت رکھی ہوئی ہے وہ پہلے اسکو ثابت تو کرین زمین کے ساکن ہوتے آسمان کے حد نظر ہوتے ۔

معراج کی تاویلین تو کی گئین یہان کوئی تاویل نہیں بہلا ایک جسم کا اسقدر مدت کے بعد آسمان بطور امانت اترنا یا نازل ہونا بمقابلہ اس تاویل کے کہ مین مسیح کے اوصاف یا خصائل لیکر آیا ہون ۔ کہان تک قابل یقین ہو سکتا ہے یہہ مسئلہ بہت زیادہ تر بحث کے قابل ہوتا جب مرزا صاحب یہہ کہتے کہ مین اوسی کالبد مین آیا ہون جس مین مسیح سولی دیا گیا تھا اور ابھی آسمان سے بذریعہ ایک طلائی نردبان کے مع ایک جماعت فرشتون یا ملایک کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر نازل ہوا ہون ۔

بہلا اسکا فیصلہ تو کرو کہ ان دونون میں سے کونسا سوال زیادہ تر پیچدار یا قابل غور ہے ۔

" مین اوسی جسم اور اوسی کالبد مین آیا ہون جو ولادت کے وقت مجھے عطا ہوا تھا اور جسکا مین ایک زمانہ مین صلیب بھی دیا گیا تھا مین ایک خاص عرصہ تک آسمان پر بطور امانت رہا ۔ اور ابھی اسکو زمین پر آیا ہون اور مین دمشق کی مسجد مین اترا تھا اور مجھے نازل ہوتے سب نے دیکھا ہے ۔

" مین مسیح کے اوصاف سے متصف ہو کر اور اوس کے خصائل کا حصہ لیکر آیا ہون تاکہ تمہین ہدایت کرون اور مین نے یہ جلوس ہو خدا محمد عربی کی معرفت یا اقتدا سے حاصل کیا ہے جو کل دنیا کا ہادی ہے اور جس نے مسیح کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی ۔ ان دونون سوالون پر غور کرتے ۔ پہلے یہہ سوچنا ہی لازمی ہے کہ کیا اس دنیا مین اوس کے شروع سے لیکر اب تک پہلی حالتین زیادہ تر وقوع مین آتی رہتی ہین یا مابعد کی صورت یقینی ہے ان سوالون کے ساتھ ہی ان باتون پر بھی غور کی جاوے ۔

" اگر واقعی مسیح مر گیا ہوتا اور آسمان پر نہ اٹھایا گیا ہوتا ۔ "

" اگر واقعی مسیح نے آنحضرت صلعم کے بعد دنیا مین آسمان سے نہ اترنا ہوتا " تو کیا اسلام صداقت سے گر جاتا اور دین ایمان لانا کفر اور ارتداد ہوتا ۔

جب اوصافی یا خصائلی صورت مین دنیا اس قدر معترض ہوتی ہے تو معلوم نہین جب حضرت مسیح بجسم **(بقول بعض علماء کے)** دمشق کی مسجد سے نازل ہون گے تو شاید کوئی بھی اون پر یقین نہیں کریگا کیونکہ زمانہ اس وقت تک بہت کچھ ترقی کر چکا ہوگا واقعی اوس وقت حضرت مسیح کے واسطے ایک بڑی ہی دقت کا سامنا ہوگا ۔

جب یہ نہین مانا جاتا کہ ایک شخص مین فضایل یا خصائل کے اعتبار سے ایک گزشتہ شخص کی زندگی آ سکتی ہے تو جسمانی اعتبارات سے کیونکر تسلیم کیا جاوے گا یہی اسباب ہین جو اس مسئلہ کی نزاکت پر روشنی ڈالتے ہین اور آخیر پر کہنا پڑتا ہے کہ ہر ہر صورت مین کوئی جسم آسمان سے نہین اتریگا اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے اور اگر کوئی آیا بھی تو خصائل کے اعتبار سے ہی آوے گا اور سنت اللہ بھی یون ہی ہے حضرت مسیح مین کیا فضیلت ہے کہ خواہ مخواہ مکرر اونکا ہی وارث بنایا جاوے یہہ گورنمنٹ انگلشیہ تو نہیں ہے کہ لارڈ کرزن کو دوبارہ ہندوستان کا گورنر جنرل کر کے بھیجدیوے خدائی گورنمنٹ کے قوانین اٹل اور برجستہ ہین ایک دوسرے کے صفات مین تو لوگ آتے رہتے ہین اور ایک مثال دوسرے سے دیجاتی ہے لیکن جسمانی اعتبار سے آنا مشکل ہے ۔ اور اگر مانا بھی جاوے تو یہ سوال ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے مسیح کی عظمت اور جبروت جسم کے اعتبار سے تو نہ تھی اور نہ ہے اوس کے جسم سے اور صدہا جسم سڈول اور خوبصورت ہون گے ۔ کسی فلاسفر اور حکیم کی عظمت ہمیشہ خصائل اور برکات کے اعتبار سے ہوتی ہے قرآن کی عظمت تو اکثر معانی اور تعلیمات کے اعتبار سے مانی جاتی ہے گو الفاظ مین بھی تقدیس اور فصاحت و بلاغت ہے ۔ مگر نرے الفاظ ہی کام کے نہیں ہین قرآن کیطرح انبیا کی برکت بھی روحانیات اور تعلیمات کی جہت سے ہے ۔

اور فضائل یا خصائل کی جہت سے اعادہ جسم کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ۔

ہماری رائے مین مرزا صاحب کے اس دعوے کے متعلق تو اب صرف یہ بحث باقی رہنی چاہئے کہ ۔

" **آیا وہ بلحاظ صفات یا فضائل یا خصائل** کے مسیح ہین ۔ "

" آیا ایسے اوصافی وجود کی اس زمانہ مین ضرورت تھی یا ہے ۔

" ایسے اوصافی وجود کا ہونا ممکنات سے ہے یا نہیں ۔

" مجدد جو ہوتے ہین وہ اوصافی وجود مین داخل ہین یا نہیں ۔

" العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی کسی شق اوصافی وجود کی تشریح ہوتی ہے یا نہیں ۔

" مرزا صاحب کیون اوصافی وجود کے سلسلہ مین شمار نہیں ہو سکتے ۔

اب مکرر یہ کہ مسیح کی ممات حیات کا جھگڑا کچھ بے موقع سا ہے جو لوگ مرزا صاحب کے مریدین وہ بھی اس سے انکاری نہین اور جو سرسید کے معتقد ہین وہ بھی اس کے اور جو لوگ مذہب سے ذرا دور ہین وہ پہلے سے ہی ایسے مسائل سے گریز کر چکے ہین جو لوگ اب تک مانتے ہین اور اب تک تھیم یقین رکھتے ہین یقین رکھین بحث سے اور لوگ بھی **متذبذب ہوتے جاتے ہین** ۔

مسلمان تو کجا عیسائی بھی دن بدن مسیحی تعلیمات سے روگردان ہین **مسٹر محمود مرحوم کہا کرتے تھے** اگر قرآن مجید مین مسیح کی تصدیق نہ ہوتی تو مین انہیں نبی بھی نہ مانتا **مسیح کی نسبت** زمانہ اور جمہور زمانہ کی رائین بہت ہی مختلف ہو گئی ہین ۔ یہہ سب قصے کہانیان ہین سچا اسلام مانو ۔

راقم الحق

اطلاع :۔ جن خریداران الحکم نے ابھی تک سال گزشتہ کا بقایا بھی ارسال نہیں کیا ہے وہ مہربانی کر کے بہت جلد اپنے اپنے حساب صاف کردین مطبع کو اس لحاظ سے کہ وہ چھاپنے والی مشین کا انتظام کر رہا ہے روپیہ کی بہت بڑی ضرورت ہے ۔ اور اس کا پورا ہونا موقوف تو خدا کے فضل و کرم ہی پر ہے لیکن بلحاظ تدابیر و اسباب خریداران پر اسکا بہت بڑا مدار ہے ۔ ایڈیٹر

سلسلہ عالیہ احمدیہ اخبارات مین

ریاض الاخبار گورکھپور جو ہفتہ مین دو بار شایع ہوتا ہے اخباری دنیا مین مسلم مستند پرچہ ہے اسکی رایون کو عموما عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مین دیکھتا ہون کہ اس معزز اخبار نے جب کبھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق اظہار رائے کیا ہے تو وہ ہر چند اس سلسلہ مین داخل نہیں ہے لیکن صحیح اپنی رائے نہایت بے تعصبی سے دی ہے ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

اپنی ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کی اشاعت مین معزز ہمعصر مسئلہ جہاد پر لکھتے ہوئے رقمطراز ہے ۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ابھی چندروز ہوئے مسئلہ جہاد کے متعلق نہایت متانت سے دی ہے اور انہون ثابت کیا ہے کہ ایسی اداء گورنمنٹ دنیا مین کہاں ہو سکتی ہے سب جانتے ہین کہ مین **مثل مسیح موعود** ہون اور ہمیشہ پادریون سے بحث ہوتی رہتی ہے یہانتک کہ خون کے مقدمہ مین پہانسا گیا مگر باوجود اس کے کہ جج پادری تھا اور مدعی مستغیث سب سے بڑا ایڈیٹر لفٹننٹ گورنر کے خیالات پادریانہ تھے دوسرا فیصلہ کرنیوالا انگریز تھا ۔ مگر مجھے بچا دیا ۔ اور اسیطرح جسقدر مقدمے مجھپر دائر کئے گئے مین سب مین بری کیا گیا اگر ذرا بھی متعصب ہوتا تو یہ لوگ مجھے کبھی نہ چھوڑتے ۔

مرزا صاحب کے ان خیالات کو اگر دیکھنا ہو تو **الحکم قادیان** دیکھنا چاہئے جو اس پارٹی کا آرگن ہے اور اخباری حیثیت سے بھی وہ برا نہیں ہے ۔

ایمان مین عقل کو دخل نہیں اس عنوان سے ایک مراسلت معزز ہمعصر **پرکاش** کی ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء کی اشاعت مین شایع ہوئی ہے راقم کا نام صرف کشمیر دیا ہے ہر چند اس چٹھی کے بعض حصے قابل اصلاح ہین خصوصا یوز آسف اور یوز آسف کی تحقیقات تاہم مین فی الحال اس سوال کو چھوڑ کر ایک خاص غرض کے لئے اس چٹھی کو شایع کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ اس مین **الہام کی ضرورت** اور موجودہ زمانہ مین اس مسئلہ پر پوری روشنی ڈالنے والے امام کا ذکر کیا گیا ہے اور ہزارون کے اخبار مین کم از کم ایک غیر مسلمان کی قلم سے ۔

ان مسلمانوں کیلئے بھی یہ مضمون عبرت بخش ہے جو باوجود مسلمان کہلانے کے الہام پر مہر لگا چکے ہیں۔ بہر حال امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپی سے پڑھا جاوے گا۔ آیندہ کسی اشاعت میں انشاء اللہ میں اسپر کوئی اصلاحی نوٹ لکھنے کی کوشش کرونگا۔

ایمان میں عقل کو دخل نہیں

ایمان کا خاصہ ہے کہ وہ بالغیب ہو یعنے الہام پر مبنی ہو۔ الہام علام الغیوب (سروانترہامی) سے غیب کی باتوں کا علم حاصل کرنے کو کہتے ہیں عقل بھی پیش بینی کرتی اور قیاسات دوڑاتی ہے مگر اسکی پیش بینی وغیرہ بربنار واقعات موجودہ و وسایل معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ ہمیشہ از قسم تدبیر ہوتی ہے مگر الہام کا حال ایسا نہیں اور وہ ہمیشہ از قسم تقدیر ہوتا ہے۔

میں اس مضمون کو اپنے دوستوں ہی کی زبان پر پیش کرتا ہوں پیش بینی جو منش اپنی بدہی دوارا قیاس کرتے ہیں ویسی نہیں ہوتی جیسی یوگی جن اپنے یوگ دوارا انوبہو محسوس کرتے ہیں۔

تمام کتب مذہبی خواہ وہ کسی مذہب سے علاقہ کیوں نہ رکھتی ہوں الہام کے تذکرہ سے بہرپور ہیں بودھ ازم جو اپنے ناستک پن میں مشہور ہو چکا ہے وہ بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ میں نے ایک کتاب بودھ ازم کی تعلیم کے متعلق پڑہی ہے جس کا نام بوڑاسف وبلوہر ہے اور جس کا ترجمہ قریباً آٹھ نو سو برس سے عربی زبان میں ہو چکا ہے اور جس میں بوڑاسف نامی ایک ہندی شہزادے کا حال درج ہے جسمیں بلوہر نامی ایک بودھ سادھو سے دین کی تعلیم حاصل کی تھی اور جس کی نسبت مہاتما بودھ نے کئی سو برس پیشتر سے بربناء الہام پیشگوئی کر رکھی تھی یہ وہی شخص ہے جس کا مدفن سری نگر کشمیر میں خیال کیا جاتا ہے اور جو مرزا صاحب کی تحقیق کے موافق مسیح صاحب انجیل کا مدفن ہے شاید مرزا قادیانی صاحب موصوف نے بوڑاسف کی بائے موحدہ کو یائے تحتانی خیال کیا ہو اور بجائے بوڑاسف کے یوزآسف پڑہا ہو اور چونکہ اس کتاب کی تمثیل بہت کچھ انجیل مقدس کی تمثیل سے ملتی جلتی ہیں۔ یہاں تک کہ کئی جگہ عین ہی وہی ہیں لہذا انہوں نے خیال کیا ہو کہ اس کتاب میں جس شخص کا احوال درج ہے شاید وہ مسیح صاحب انجیل ہی ہو۔

تمام مذاہب کے مذہبی لیڈر تمام کوشان رہتے ہیں کہ ان کو اپنے مذہب کے لوگ دوسرے مذاہب کی کتب مذہبی اور ملہمان سے متنفر رہیں اور نفرت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ خود اپنے مذہب کی کتب مذہبی اور ملہمان سے بھی جو دیگر مذاہب کی کتب مذہبی اور ملہمان کی سی ہوتی ہیں بیخبر رہتے ہیں یا متنفر ہو جاتے ہیں بس اسطرح سے الہام کے بڑے بڑے ذخیرہ قفل بندی کیمات میں پائے جاتے ہیں مگر مزہ کی بات ہے کہ دنیا بہر کی کتب تواریخ بھی اس الہامی سایہ سے بچی ہوئی معلوم نہیں ہوتیں چنانچہ سبکتگین والد محمود غزنوی کی اپنی بادشاہت کی خبر ایک فرشتہ کی معرفت اور ساہوجی والد سیواجی مرہٹوں کی بادشاہ کی خبر ایک دیوی کی معرفت پیشتر سے ملچکے تھے اور ایسا ہی کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کتنے ہی واقعات عالم کا علم بغیر کسی عقلی پیش بینی کے محض بدرجہ الہام پیشتر سے معلوم ہو چکا تہا۔ کتب مذہبی اور کتب تواریخ کو چہوڑکر خود ہماری اپنی حالت یہ ہے کہ بارہا ہمکو کوئی بات پیش از وقت آ غیب کی خواب وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہے جسمیں عقل پیش بینی کی بو باس تک نہیں ہوتی۔ اکثر ہمارے خواب اپنے امتحانات کے نتایج کی نسبت ٹہیک پائے گئے ہیں صرف پاس اور فیل ہونے کا ہی پتہ درست ہی نکلا نمبروں تک درست ہوتے ہیں۔ اور وہی ہونے میں جو خواب میں دیکھے تھے۔

فی زمانہ مرزا صاحب قادیانی نے اس مضمون پر اچھی طرح سے روشنی ڈالی ہے گو اکثر لوگ ان کے دعاوی وغیرہ کی وجہ سے متعصب ہو کر اس خاص مضمون کی عظمت اور حقیقت محسوس کرنے سے ہی عاری ہو گئے ہیں مگر اس باہمت شخص کی کوششوں نے اس خاص مضمون کو جسسے فی الحقیقت قوت ایمان نشو و نما پاتی ہے سورج کی روشنی میں رکھدیا ہے جسمیں اب کوئی جگہ غلط فہمی کی باقی نہیں رہی۔

اب اس سرگرم طبیعت کے پیر مرد کا میلان خاطر کرشن جی کیطرف پایا جاتا ہے۔ اپنے زمانہ میں شجاعت وغیرہ اوصاف جس سے متصف ہونے کے علاوہ پورن یوگی تہے۔ پس اگر مرزا صاحب موصوف نے یوگ کا رستہ پالیا تو گویا انہوں نے وہ رستہ پالیا جس سے تمام انبیاء علیہم السلام علام الغیوب (سروانترہامی) سے الہام پایا کرتے تہے یا جس رستے تمام یوگی جن اپنے پیارے سروانترہامی (علام الغیوب) کی بارگاہ اعلیٰ میں شرف حضوری حاصل کرتے تہے اسی مطلب کو ادا کرنے کیلئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہر جگہ موجود ہے پر وہ نظر آتا نہیں
یوگ سادہن کے بنان اسکو کوئی پاتا نہیں

یہ وہ راہ ہے جس کے متعلق فی زمانہ تھیوسوفیکل سوسائیٹی نے دلائل عقلیہ سے کام لیا ہے اور دنیا میں اسکو شہرت دی ہے جس کیلئے سب لوگ سوسائیٹی موصوف کے مشکور پائے جاتے ہیں مگر چونکہ یہ راہ ریاضت طلب ہے لہذا مجہے مرزا صاحب سے گو وہ عمر رسیدہ ہیں اور ان کے باہمت اور باوفا رفیقوں سے امید ہے کہ وہ اس پراکٹیکل سائنس (یوگ ودیا) کے متعلق قواعد پر کاربند ہو سکیں کیونکہ انکی اپنی صوم و صلوٰۃ کے متعلق فرائض ادا ہونے ممکن نکلیں جیسے وہ ان یم نیموں کو بجا لائیں جو مہرشی پتنجلی جی نے اپنی یوگ سوتروں میں بیان کئے ہیں۔

ہے پرماتمن تو اس شخص کی عمر کو دراز کر اور اسکی صحت اور ہمت کو برقرار رکھ اور توفیق بخش کہ وہ تیرے اور تیرے عاجز بندوں کے درمیان پہر سکے اور اس رسم کا دروازہ کہول سکے جو عرصہ سے بند ہو چکا ہے ہم نے پرماتما سے مونہہ موڑا اور انہوں نے بھی بظاہر ہم سے مونہہ موڑ لیا عرصہ تک ہمارا نام اپنی زبان پر نہ لائے لیکن لم نقصص وغیرہ اشاروں سے ان کی اس بے پایاں محبت کا پتہ چلتا ہے جو خدا اپنے بندوں کے ساتھ رکھتے ہیں آخر انہوں نے بھی ہمیں یاد کیا۔ اب جبکہ وہ آپ آئے ہیں۔ ہمیں بھی ان سے اٹھکر ملنا چاہیے۔ (راقم لکشبیر)

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

آریہ سماج کا طریق تبلیغ

معزز ریاض الاخبار لکھتا ہے ”آریہ سماج کے واعظوں اور ریفارمروں کا طرز استدلال ایسا ناگوار ہوتا ہے جسکو ہم کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی نفرت کرتے ہیں ہم کبھی ان بحثوں کو پسند نہیں کرتے مگر ایک گروہ میں سخت کلامی اور بدزبانی کو دیکھکر افسوس آتا ہے

ہمکو امید ہے کہ ہمارے معزز ہمعصر آریہ گزٹ اور اپنے گروہ کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ تلخ و درشت الفاظ کی جگہ شیرین بیانی سے کام لیا کریں گے آریہ سماج کی درشتی اور تلخ بیانی کا ایک زبردست ثبوت یہ بھی ہے کہ خود آریہ سماج کے سمجہدار لوگ اس سختی کو محسوس کرنے لگے ہیں اور دو شندہ عدالتی فیصلوں نے اسپر اور بھی مہر کر دی ہے۔

پرکاش کی رائے

ہمعصر پرکاش جو آریہ سماج کا لبرل اخبار کہلاتا ہے اس نے اپنی ۳ مارچ ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں آریہ مسافر کے طرز تحریر پر یوں رائے زنی کی ہے ”جہاں آریہ مسافر میگزین نے ہمیں بہت سے فوائد پہنچائے ہیں وہاں افسوس ہے کہ ایک نقصان بھی پہنچایا ہے اور وہ یہ کہ اسلامی رسالوں کے ایڈیٹروں کیطرح ہمارے ایڈیٹر صاحب کی تحریر میں بھی کچہ سختی آگئی ہے جو اس کے شایان نہیں“

پرکاش کا یہ کہنا کہ اسلامی رسالوں کے ایڈیٹروں کیطرح یہ صرف جنبہ داری ہے ورنہ اسلامی رسالوں کا لٹریچر البتہ دلشکن اور قابل نفرت نہیں جیسا آریہ مسافر اور انکی یادگار آریہ مسافر کا ہے۔ مسلمانوں نے اگر کچہ لکہا ہے تو محض بغرض جواب کے طور پر ہے۔ بہر حال خوشی کی بات ہے کہ آریہ سماج محسوس کرنے لگی ہے کہ اس کے مذہبی مناظرہ کے لٹریچر میں اصلاح کی ضرورت ہے اور بہت بڑی ضرورت ہے۔

*

عداوت کیسا اندہا بناتی ہے

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت نے مخالفوں کے دل و دماغ کو ایسا تاریک کیا ہے کہ وہ قطع نظر اس کے کہ جو بات اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ کیسی ہی مسلم اور صحیح ہو اس کی مخالفت کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور اگر دوسروں کے مونہہ سے وہی باتیں نکلیں تو وہ خوبیاں ہی سمجھی جاتی ہیں۔ بہر حال میں جب حضرت حجۃ اللہ کے منہ سے نکلی ہوئی صداقتوں کو مخالفوں کے منہ سے بھی کسی رنگ تسلیم میں دیکھتا ہوں تو بڑی ہی خوشی ہوتی ہے۔ حضرت باوا نانک صاحب اور سری کرشن جی مہاراج اور دوسرے اکابران ہند کی نسبت حضرت حجۃ اللہ نے جو یقینی امور جنسے دنیا ناواقف تھی ظاہر فرمائے ہیں یا مسیح کی قبر ہند کے متعلق جو تحقیقات فرمائی ہے وہ ایک عجیب رنگ میں اشاعت پارہی ہے۔

شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے ایک اچھے شاعر ہیں وہ بظاہر اس سلسلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے انہوں نے اپنی ایک نظم شایع کرائی ہے جسپر خود ہی انہوں نے نوٹ بھی

دشمنوں میں پھوٹ

(نمبر ۳)

(مولوی ثناء اللہ صاحب کے روحانی باپ کی سنو)

ناظرین الحکم مولوی ثناء اللہ صاحب کے روحانی باپ کے جلوے سے امید ہے حیران ہوں گے اس لئے کہ اس مقدمہ کا حل عنقریب ذیل کا مضمون پڑھنے سے ہو جائیگا۔

روحانی باپ کی اصطلاح خود میری وضع نہیں کی بلکہ مولوی فاضل صاحب کے روحانی باپ نے خود اپنے لئے یہی نام تجویز کیا ہے البتہ علاء میں نے ڈالدیا ہے اس لئے کہ اس تحریر سے مولوی صاحب کے روحانی باپ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں ثنائیہ کی بزرگوں کو یہ فخر حاصل ہو۔ اب میں کسی لمبی تمہید کے بغیر اس مضمون کو درج کردیتا ہوں۔ ہان اتنا کہنا ضروری ہے کہ یہ روحانی باپ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ ہیں جنکو خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے لاٹ مولوی اور اوتر یل کا خطاب دیا ہے۔ ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نصیحت نامہ

نمبر ۷

الٹی میٹم

(آخری پیام جنگ)

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا را
اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ
وگر جنگ جوئی نہ بینی درنگ

میرے عزیز ابوالوفا! خدا تعالیٰ تم کو رشد و ہدایت عطا کرے اور تمہاری کم نیتی کو اس پاس کرے میری تمہاری جو نسبت روحانی ہے تمکو بخوبی معلوم ہے جو احباب جانتے نہیں جانتے ان کو اس غرض سے کہ وہ اس نصیحت نامہ کو واقعی نصیحت سمجھیں اور مجھے تمہارا سچا ہی خواہ اور دلی خیر خواہ یقین کر کے تمکو میری نصیحت کی قبولیت کا مشورہ دین۔ اتنا بتاتا ہوں کہ تم حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی کے فن حدیث میں شاگرد ہیں اور وہ اس ناتوان عاجز سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں اس وجہ سے میں بالواسطہ تمہارا استاد اور روحانی باپ ہوں اور تم میرے شاگرد اور روحانی فرزند۔

اسی علاقہ پدری اور پسری نے مجھے آمادہ کیا تھا کہ میں تمہاری تفسیر عربی کو خلاف سنت صریحہ و آثار سلفیہ و موافق خیالات فرقہ جہمیہ و معتزلہ پاکر دو تین مجلس میں پرائیویٹ طور پر تمکو سمجھایا اور بطور مثال تفسیر آیت کوثر کی غلطی کو جس میں تم نے حدیث صحیح کا خلاف کیا ہے پیش کیا۔ تم نے اس غلطی کو تسلیم نہ کیا اور میری نصیحت کا مقابلہ جدل اور پھر میری ناصحانہ تقریروں کے جواب میں (نہیں نہیں میں بھول گیا اپنے ہی اصول مسلمہ و مجربہ تقلید خود کے رد میں) رسالہ **آیات متشابہات** شائع کردیا اور اس میں آنحضرت کی حدیث کو جو بتصریح و تنصیص نبوی مفسر آیت کوثر ہے مفسر قرآن ہونے سے خارج انکار درج کیا۔ میں نے پھر بھی اسی شفقت پدری کے تقاضے سے تمہارے اس رسالہ آیات متشابہات کا رد شائع نہ کیا اور اس ارادہ اور امید میں رہا کہ اس رسالہ کے اغلاط تمکو پرائیویٹ طور پر سمجھاؤنگا اور حکمت و محبت سے تمکو راہ راست پر لاؤنگا۔

ان ہی دنوں غزنوی صاحبوں نے تمہاری تفسیر عربی کے اغلاط کے بیان میں ایک رسالہ **اربعین** طبع کیا اور وہ رسالہ میرے پاس لائے اور اس پر میرے دستخط کرانے چاہے۔ میں نے ایک تو اس وجہ سے کہ مجھے اس رسالہ کے طرز استدلال و نتائج سے کلی اتفاق نہ تھا گو نفس مسائل سے اتفاق تھا۔ دوسرے اسی شفقت پدری کے تقاضے سے دستخط کرنے سے انکار کیا اور یہ چاہا کہ پرائیویٹ طور پر تمہاری غلطیاں تمکو بتائی جاویں اور اس رسالہ کی اشاعت عمل میں نہ آوے اور رسالہ اربعین کے متعلق **ایک جداگانہ مضمون** لکھکر ان لوگوں کو دیدیا اور تاکید سے کہدیا کہ وہ مضمون رسالہ اربعین میں درج کر کے شائع نہ کیا جاوے بلکہ یہ بھی ان سے کہا اور تسلیم کرا لیا کہ وہ اس رسالہ کو شائع نہ کریں جبتک کہ پرائیویٹ طور پر ان اغلاط کی نسبت میرا تمہارا فیصلہ نہ ہو جاوے چنانچہ ان سے تو میں نے یہ امر تسلیم کرالیا۔ اور ادھر تم سے یہ وعدہ کیا کہ تمہاری تفسیر کی یہ غلطیاں جو اربعین میں بیان کیگئی ہیں اپنے طرز پر مدلل کر کے چار چار کر کے تمکو دکھاؤنگا۔ یہانتک کہ چالیس کی چالیس پوری ہو جاویں اور اس وعدہ کے مطابق چار غلطیاں اپنی طرز پر مدلل کر کے تمہارے پاس بھیج بھی دیں مگر اے عزیز تمنے عرصہ تقریباً دو ماہ تک ان چار غلطیوں کی تسلیم یا عدم تسلیم سے اطلاع نہ دی یہانتک کہ پہلے تمکو شہادت کے مقدمہ میں گورداسپور میں پھر مناظرہ نگینہ میں مصروفیت ہوگئی اور اس طوالت مہلت کی وجہ سے غزنوی صاحبوں کیطرف سے رسالہ کی اشاعت عمل میں آئی جس سے مجھے کمال رنج ہوا اور دونوں جانب کے اعیان پر اظہار رنج و افسوس کیا کسیقدر ان لوگوں پر جنہوں نے رسالہ کی اشاعت پر جلدی کی اور زیادہ تر تم پر کہ تمنے میرے چار اغلاط کا جواب دیگر باقی اغلاط کی نسبت پرائیویٹ صفائی کیوں نہ کرلی۔ باینہمہ میں نے صفائی اور اتفاق فریقین کی ایک یہ صورت تجویز کی کہ تم اس مضمون کی ایک تحریر شائع کردو کہ میری تفسیر عربی میں جو احادیث صحیحہ سے مخالفت ہوئی ہے اس سے میں رجوع کرتا ہوں تفسیر کے دوسرے اڈیشن (طبع ثانی) میں ان احادیث کو نقل کیا کرونگا اور جو بعض بعض مقامات میں تفسیر معتزلہ وغیرہ سے میری رائے کا اتفاق ہوگیا ہے وہ محض توارد ہے ہوا نہ بقصد توافق اہلبدعت میں اہلبدعت کو گمراہ جانتا ہوں اور ان کے اتفاق کو پسند نہیں کرتا۔ اس تحریر سے وہ فتوے علماء وقت کے جو تم پر لگائے گئے ہیں تمہارے حق میں رفع ہو جائیگے اور وہ خود بخود تمہاری نسبت کالعدم ہو جائیگے اور اس امر کی ضرورت باقی نہ رہے گی کہ تم اربعین کا جواب لکھو اور بمقابل اربعین اس کو شائع کرو مگر تمنے میری اس تجویز کو نہ مانا اور جواب اربعین میں رسالہ الکلام المبین لکھ ہی ڈالا اور چھاپ دیا اور اسکی اشاعت کا ارادہ مصمم کرلیا۔ اس پر میری **شفقت** پدری نے پھر جوش مارا اور تم کو میں نے کہلا بھیجا کہ وہ رسالہ الکلام المبین اشاعت سے پہلے مجھے دکھلا دو اگر وہ جوابات صحیح ہوئے اور اغلاط اربعین غلط نکلیں تو سب سے پہلے میں اپنے فتوے سے رجوع کرونگا اور فتوے سے تمہاری برأت کا بیڑا بھی اٹھاؤنگا۔ پھر میں نے وہ رسالہ دیکھا تو مجھے وہ عذر بدتر از گناہ معلوم ہوا۔ پھر بھی میں نے اس شفقت پدری کے تقاضے سے اس رسالہ کو پبلک میں (عام طور پر) روکرنا نہ چاہا اور اس کے سوال مندرجہ صدر کا شرطی جواب لکھکر تمہارے سامنے پیش کیا جسکی نقل ذیل میں کیجاتی ہے۔

الجواب

اہلحدیث واہلسنت ہونیکا مناط صرف کتب اہلحدیث سے استدلال نہیں ہے یہ استدلال تو غیر اہلحدیث حنفیہ، شیعہ وغیرہ بھی کرتے ہیں بلکہ مناط اہلحدیث اہلسنت ہونیکا اہلحدیث و اہلسنت کے اصول کی پابندی ہے جسکی تفصیل ہمارے مضمون "اہلحدیث اور ان کا مذہب اور ان کے شناخت کی علامت" میں ہو چکی ہے اور غیر اہلحدیث کے اصول و خواص سے تبری چاہئے آیت **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ** کا مفاد ہے۔ بناءً علیہ اہلحدیث زمانہ حال جن سے سوال ہے باوجود اختلافات جزئیہ اتفاقیہ ہیں اور مصنف تفسیر القرآن بکلام الرحمن بھی اگر اصول اہلحدیث و اہلسنت کا پابند ہے اور مخالف مذہب اہلسنت و اہلحدیث (جہمیہ و معتزلہ وغیرہ) سے تبری اختیار کرے اور ان اقوال کو گمراہ کہے اور جہان جہان اسکی تفسیر میں جہمیہ و معتزلہ سے اس کا توافق ہو گیا ہے اسکی نسبت صاف بہ ظاہر کردے کہ یہ توافق محض توارد ہے اور نتیجہ فہم و اجتہاد ان گروہوں کی موافقت اسکو پیش نظر نہیں ہے۔ اور ان مقامات میں جہاں پابندی اصول اہلحدیث ان گروہوں کی مخالفت ضروری معلوم ہو ان مقامات میں وہ ان گروہوں کی مخالفت کیلئے تیار ہے تو وہ بھی خاصہ اہلسنت و اہلحدیث ہے اور جو اسکی نسبت توافق اہل بدعت کی نظر سے فتوے جہمیت و اعتزال لگایا گیا ہے وہ رفع ہو جائے گا۔ فان لازم المذھب لیس بمذھب

اس جواب میں چونکہ ایک ایسی شرط تھی جسکا تم رسالہ الکلام المبین اور آیات متشابہات میں خلاف کر چکے تھے اور وہ پچھلے اعتقاد سے رجوع کرنا تھا سے ایک مشکل امر تھا لہذا تمنے اس جواب کو نہ لیا اور یہ کہا کہ میرے سوال کا قطعی جواب دو اور جو میری حالت رسالہ الکلام المبین سے تمکو معلوم اور ثابت ہوتی ہے اس کو پیش نظر رکھکر بتاؤ کہ میں اہلحدیث ہوں یا نہیں۔ اس کے جواب میں تم کو زبانی کہا گیا کہ قطعی جواب میں تمہارا نقصان ہوگا اور وہ تمہارے مدعا کے خلاف نکلیگا۔ اور یہ بھی تمکو زبانی کہا گیا کہ الزامات و اعتراضات اربعین کے پانچ حصے ہیں۔

اوّل۔ یہ الزام کہ تم دیدار الہٰی و معجزات و کرامات وغیرہ کے منکر ہو۔

دوم۔ یہ کہ تمنے اس تفسیر میں کل مسلمانوں کا خلاف کیا ہے۔

سوم۔ یہ کہ اس تفسیر میں تمام مفسرین کا خلاف کیا ہے۔

چہارم۔ یہ کہ تمنے بہت جگہ تفسیر بحدیث صحیح ہوئی کو چھوڑ ...

پنجم۔ یہ کہ تمنے معتزلہ وغیرہ اہلبدعت کا اتباع کیا ہے۔

(جاری)

سو منجملہ ان الزامات کے پہلے تین الزامات سے تم چھوٹ گئے وہ الکلام المبین میں ان کا جواب ادا ہوا مگر چوتھے اور پانچوین الزام سے تم بری نہیں ہوئے گو حدیث کو تمنے دل زبان سے مان لیا ہے مگر بعض احادیث کا مفسر قرآن ہونا تسلیم نہیں کیا اور اقوال معتزلہ وغیرہ سے تبری و بیزاری کا اظہار بھی نہیں کیا۔ بلکہ ان کے اقوال سے تمسک کو جائز رکھا اور ایک جگہ الکلام المبین میں ابو مسلم جاحظ معتزلی کو برا کہنے سے تمنے منع کر دیا ہے۔

اس گفتگو کے بعد خاکسار نے تمہارے سوال مندرجہ نمبر ۱۳ الکلام المبین کا مفصل جواب جس کا آٹھ روز مین لکھدینے کا وعدہ تھا تیار کیا اور تمہارے سکرٹری یا خلیفہ میان حبیب اللہ صاحب سوداگر پشمینہ کے نام خط لکھا کہ جواب تیار ہے۔ اول سے آخر تک سنکر لیلو۔ اور اگر اس جواب کے قبول کرنے مین عذر ہو تو کسی کو منصف قرار دو۔ میرا یہ خط پڑھکر تم اور تمہارے سکرٹری میان حبیب اللہ دونون سمجھ گئے کہ یہ جواب ضرور تمہارے مخالف ہوگا جیسا کہ پہلے کہا گیا تھا اور مجھ سے سلسلہ خط و کتابت بند کر دیا اسکی شکایت سکرٹری مذکور کو لکھی گئی تو انہوں نے ایک خط اس مضمون کا تحریر کیا۔

مولینا ہمنے جواب دینا اس لئے ترک کر دیا کہ آپنے سخت ذلیل کر ایا۔ ایک وعدہ امرتسر اسٹیشن پر کیا تھا کہ ۱۵ اگست کو دس بجے دن کے جواب دونگا (یعنی رسالہ کلام المبین کے سوال نمبر ۱۳ کا) وہ غلط ہوا پھر روانگی کے وقت آٹھ روز تک جواب دینے کا وعدہ کیا وہ بھی غلط نکلا آٹھ روز کے بعد ایک شرط کی پخ لگا دی ودی شرط کہ جواب سن لو اس کے قبول کرنے مین عذر ہو تو کسیکو منصف کر لو۔ عزیز من یہ وہی شرط ہے جسکے واسطے تم لوگ مولوی عبد الجبار صاحب کی خدمت میں دو دفعہ منت گذارش کر چکے ہو پھر یہ غضب ہے کہ زبانی تو آپنے کہدیا کہ اربعین کا جواب ہو گیا مگر فریق ثانی کو اور کچھ لکھدیا اسلئے مین تو علماء کرام سے سیر ہو گیا براہ مہربانی مجھے اپنے ہی حال پر چھوڑ دین۔ اس معاملہ میں مجھ سے خطاب نہ کیا کرین۔ ۲ احقر حبیب اللہ از امرتسر

اور پھر یہ خط تمہارے سکرٹری کا آیا اور پھر تمہارا

دوسرے سکرٹری کا اشتہار بعنوان لو فیصلہ ہو گیا شایع و مشتہر ہوا جسمین یہ مرج ہے کہ فلان فلان عالم (دفار دہ اما مون) نے تمہارا اہلحدیث ہونا اور تمہاری تفسیر کا دل خوش کن ہونا مان لیا ہے اور اسمین میرا نام بھی درج کر کے میرا یہ قول نقل کیا ہے کہ میںنے کلام المبین کو کافی جواب اربعین ہونا اور اعتراض اربعین سے چھوٹ جانا تسلیم کر لیا ہے جسکو دیکھکر میرے بدن پر غضب و رنج سے رعشہ طاری ہو گیا۔ تمہارے اور تمہارے سکرٹریون کی ایسی باتون کو تو مین مدت سے سنتا اور سہارتا چلا آتا ہون۔ اس غضب و رنج کا موجب ان علماء کے وہ کلمات ہین جو اس اشتہار مین ان سے نقل کئے گئے ہین۔

ان حضرات مین جن کے تمہارے اشتہار مین نام درج ہین ایسے لوگ بھی ہین جن کو مین واقعی عالم اور اہلحدیث جانتا ہون مگر انکی طرف سے تمہاری تفسیر کی تحسین اور تمہارے اہلحدیث ہونیکی تسلیم دیکھکر اگر واقعی انہون نے کی ہو مجھے ان کو ضرور یہ مثل سنانی پڑے گی کہ **چندین مدت خدائی کردی و ہنوز گاؤ خر را نہ شناختی** اور یہ بات کہنی پڑے گی کہ آپ صاحبون نے بخاری و مسلم کتب صحاح سیون دفعہ پڑھین و پڑھائی ہونگی مگر افسوس کہ آپ صاحبون کو اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ اہلحدیث کہتے کسکو ہین اور اہلسنت و اہلحدیث کی تعریف کیا ہے۔ آپ صاحبون نے الکلام المبین کی فصل اول و دوم و سوم کو بھی ملاحظہ کیا ہوگا۔ بس اگر آپ اہلحدیث و اہلسنت کے معنے جانتے ہوتے تو اس رسالہ کی فصل اول و دوم و سوم کو پڑھکر مولف رسالہ کو ہرگز ہرگز اہلسنت و اہلحدیث نہ جانتے۔

اے عزیز! اب چونکہ تمہاری طرف سے یہ معاملہ شروع ہوا ہے کہ تم نے مجھے کلام و خطاب ترک کر کے اس اشتہار مین میری نسبت یہ چھاپ دیا کہ ہمنے الکلام المبین کو کافی جواب اربعین تسلیم کیا ہے اور اس کے الزامات سے تمہارا چھوٹ جانا مان لیا ہے جس سے مثل **دروغ گویم بر روئے تو** پوری صادق آتی ہے کیونکہ اسمین ایک حصہ میری تقریر کا لیلیا اور باقی حصون کو جن مین تمہارے رسالہ الکلام المبین پر سخت زد تھی کہ اسمین حدیث نبوی کے مفسر قرآن ہونیسے انکار پایا جاتا ہے اور معتزلہ وغیرہ اہلبدعت سے تبری

و تحاشا کا اظہار نہیں بلکہ ان کے اتباع کی ترغیب پائی جاتی ہے اور اس سے تمہارے اہلحدیث ہونے کی نفی نکلتی تھی چھوڑ دیا اور نقل کلام مین سرقہ کیا لہذا مجھے یہ حق حاصل ہو گیا کہ مین بھی بالکل تکلم ہٹا دون اور بذریعہ اشتہار تمہاری خبرون اور تمہارے سکرٹریون کی غلط بیانی ظاہر کرون مگر پھر بھی مین اپنے اصول کو نہین چھوڑتا اور شفقت پدرانہ کے تقاضے سے تمکو اور تمہارے ہمخیال علماء کو جو تمہارا رسالہ الکلام المبین کو پڑھکر تمکو اہلحدیث لکھ چکے ہین اور تمہاری تفسیر کی تحسین و تصویب کر چکے ہین صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہون کہ تم اور وہ لوگ میرے اس جواب کو جو مینے تمہارے سوال مندرجہ ص ۱۳ الکلام المبین کو دیا ہے پرائیوٹ طور پر مجھ سے طلب کر کے مطالعہ فرماوین اور نیز میرے مضمون اہلحدیث اور ان کا مذہب اور انکی شناخت کی علامت کو جو نمبر ۵ جلد ۲۰ اشاعۃ السنہ مین درج ہوا ہے ملاحظہ کرین۔

اس جواب اور اس مضمون کو پڑھکر تم سب لوگون کی تسلی ہوگئی اور تم سب نے اپنی غلطی مان لی تو مجھے اس جواب کو پبلک طور پر شایع کرنے کی حاجت نہ رہے گی۔ اور اگر تمہاری اور تمہارے ہمخیال علماء کی اس جواب اور اس مضمون کو دیکھکر تسلی نہ ہوئی تو پھر ناچار خاکسار اس جواب کا **اظہار و اشتہار** پبلک مین کرے گا اور یہ ثابت کر دکھاوے گا کہ تفسیر القرآن و رسالہ آیات متشابہات و رسالہ الکلام المبین کا مصنف **اہلحدیث نہیں ہے اور یہ کتابین اسلام کو نقصان پہونچانے** والی ہین +

راقم

ابو سعید محمد حسین

حاشیہ* ہمنے آپکے جتنے مضمون کی شہادت دی ہے اتنے حصہ کو آپنے بھی تسلیم کیا ہے باقی گفتگو جو آپنے تحریر کی مصنف کلام المبین کہتا ہے کہ وہ اربعین کے متعلق نہ تھی آپ جانین وہ جانے ہمارا کیا قصور۔ احقر حبیب اللہ۔ حکیم محمد دین

خاکسار کہتا ہے مصنف کلام المبین کو میری کلام کے متعلق کچھ کہنے کا کیا حق تھا پھر آپنے میری کلام کو کیون پورا نقل نہ کیا۔
ابو سعید

مولوی ثناء اللہ کی پردہ دری

(نمبر چہارم)

نگفتہ ندارد کسے با تو کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

قادیانی مقدمات

کرشن پنتھی۔ اور مباہلہ ثناء اللہ کے متعلق الحکم کی گذشتہ اشاعتون مین مین بحث کر چکا ہون اب اس آرٹیکل پر نظر کرنی چاہتا ہون جو ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث مین مولوی فاضل نے قادیانی مقدمات کے عنوان سے شایع کیا ہے۔ مولوی فاضل کو تو اس سے کچھ فائدہ ہو یا نہو لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ سمجھدار اور سعید فطرت لوگ ضرور فائدہ اٹھائینگے۔

مولوی فاضل صاحب لکھتے ہین

"جب سے قادیانی کرشن کا جرمانہ معاف ہوا ہے قادیانی اخبارون نے وہ وہ اودھم مچا رکھی ہے کہ الامان کیون نہو؟ اسلئے کہ مقدمات کے متعلق کرشن جی نے کہین کہا تھا کہ مین صاف نکل جاونگا۔

. . . . حالانکہ اگر انہین حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے اول تو اسلئے کہ جس مقدمہ سے یہ سارا سلسلہ چلا وہ خود کرشن جی کی طرف سے مولوی کرم الدین صاحب پر اٹھایا گیا تھا جسکے بعد مولوی صاحب نے بغرض مدافعت دعویٰ کیا تھا جس مین مولوی صاحب موصوف مدت سے بری ہو چکے تھے اور کرشن جی خود بدولت قریب دو سال عدالت مین ملزم بلکہ مجرم بنے پھر سینکڑون نہین ہزارون کا خرچہ خرچہ اٹھا کر اپیل مین کہین جا کر مولوی صاحب کے ہمرتبہ ہوئے یعنی جرمانہ معاف ہوا تو بتلاؤ اس مجموعی کارروائی مین کون خائب و خاسر رہا جس نے ابتداء مین یہ بات اٹھائی؟"

مخروج اہلحدیث (کیونکہ علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو اہلحدیث سے بذریعہ فتویٰ خارج کر دیا ہے) مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث کے اعتراض متعلق مقدمہ کا یہ پہلا حصہ ہے۔ جسے مین نے صرف

ایک دو سطروں کے سوا (جو ان کی معمولی شوخ بازی اور ادا شناسی کا نمونہ نہیں) پورا نقل کر دیا ہے۔ اسلئے اگر وہ دیانت داری سے کام لیں تو جواب الجواب دیتے وقت میرے کل جواب کو درج کرنا انکا **فرض** ہے۔

مولوی فاضل صاحب۔ جواب دینے سے پہلے میں قرآن کریم میں سے لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھتا ہوں۔ اور پھر امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اس فقرہ کو کہ **اگر انہیں حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے** "کو خوب یاد رکھیں گے کیونکہ کم از کم آپ کے حیا و شرم کا ثبوت بھی تو اسی معیار پر ہوگا۔

ناظرین! **باحیا** ابو الوفا نے پوری وفاداری اور حیا پروری سے کام لیکر ان چند سطروں میں **پانچ جھوٹ** بولے ہیں۔ لیکن ناظرین اہلحدیث کو ان سے ان پانچ جھوٹوں کی بنا پر فتویٰ لینے سے پرہیز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۹ اگست ۱۹۰۴ء کو مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں صاف لکھوا دیا ہے **"میں جھوٹے آدمی سے جو دنیاوی کام میں جھوٹ بولا ہو فتویٰ لونگا۔** قابل فتویٰ ہونا لیاقت پر منحصر ہے خواہ وہ دنیاوی کاموں میں **کتنا ہی جھوٹ بولا ہو"**

مولوی **ابو الوفا** صاحب نے جو یہ پانچ جھوٹ بولے ہیں ہرچند وہ ان کے اُن تین جھوٹوں کے موقع پر نہیں جہاں **جھوٹ** بولنا جائز ہے (دیکھو بیان مذکور) تاہم انہوں نے موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور جہلاء کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے اس راہ کو اختیار کیا ہے۔

مولویصاحب! ذرا اسی **شرم و حیا** سے (جسکے یاد رکھنے کے لئے میں نے پہلے عرض کیا تھا) بتائیں کہ کس فیصلہ میں لکھا ہوا ہے کہ **جرمانہ معاف ہوا؟** اگر آپ نہ دکھائیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو پھر سچے دل سے پڑھو **لعنت اللہ علی الکاذبین۔**

یہ ایک خطرناک مغالطہ ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب دے رہے ہیں۔ خلق کی اگر انہیں پروا نہیں تو خالق کی تو پروا کریں اور کچھ تو **شرم و حیا** سے کام لیں۔ **جرمانہ کا معاف ہونا** اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ شخص جس پر جرمانہ ہو قانوناً مجرم ہوکر قابل سزا ٹھیر جاوے لیکن عدالت محض رحم کی بنا پر اسکی سزا **جرمانہ معاف کر دے۔** مگر کیا مولوی ثناء اللہ صاحب دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت حجۃ اللہ کا معاملہ اسی قسم کا ہے۔ صاحب سشن جج بہادر کا فیصلہ شائع ہو چکا ہے اسمیں صاف طور پر حضرت اقدس کو بری ٹھیرایا گیا ہے

اور جرمانہ **واپس کیا گیا ہے** پھر شائع شدہ فیصلہ کے بعد ایسی غلطی جو بیہودہ اور رنجیدہ ہونیکے علاوہ پبلک کو گمراہ کرنے والی غلطی ہے میں نہیں جانتا مولوی فاضل ایڈیٹر نے کیوں کی ہے؟

کاش! **"اگر انہیں ذرا بھی حیا ہوتی تو ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے"** مولوی فاضل صاحب! عطائے تو بلقائے تو۔

یہ کہنا کسی حال میں درست نہ ہوگا کہ انہوں نے جس فیصلہ پڑھا نہیں اسلئے کہ اول وہ فیصلہ خود انکے اپنے ہیڈ کوارٹر امرتسر میں ہوا۔ دوم اخبارات الحکم۔ البدر۔ میگزین کے ذریعہ شائع ہوکر انکے پاس پہونچا۔ اسکو پڑھ لینے کے بعد **جرمانہ کا معاف ہونا** قرار دینا یا تو پبلک کو مغالطہ میں ڈالنا ہے یا مولوی صاحب کو **معافی جرمانہ اور واپسی جرمانہ** میں تمیز نہیں ہے جو غالباً انکی شان فضیلت کے خلاف ہے۔

معافی جرمانہ کا سوال تو طے ہوا۔ مولوی صاحب حیا سے کام لیں گے تو اپنی اس غلطی کا اعتراف کرلینگے ورنہ اسکی بے سود تردید کرینگے۔

دوسرا جھوٹ جو مولویصاحب نے اس تحریر میں شائع کیا ہے یہ ہے۔

"کہ جس مقدمہ سے یہ سارا سلسلہ
علاوہ خود کرشن جی کی طرف کو مولوی
کرم الدین صاحب پر اٹھایا گیا تھا"

اسکے جواب میں میں لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوا کیا کہوں + ساری دنیا واقف اور آگاہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی طرف سے کوئی مقدمہ مولوی کرم الدین تو کجا کسی شخص کے خلاف **آجتک نہیں کیا گیا** یہی تو کمال **شفقت** اور رحمت ہے ورنہ اگر یہ وجود پاک قانونی حقوق سے فائدہ اٹھاتا تو میں سچ کہتا ہوں کہ مولوی فاضل صاحب! بڑے بڑے فاضل (بخیال خویش) درست ہو جاتے اور وہ بازاری بولیاں جو اسکے اور اس کی جماعت کے خلاف بولی جا رہی ہیں۔ رُک جاتیں! مارٹن کلارک جیسے مقدمہ میں باوصفیکہ عدالت نے خود کہا کہ آپ کو نالش کرنے کا حق ہے مقدمہ نہ کیا۔ **وہ تو ایسا عظیم الاخلاق انسان ہے کہ ہوئی ہوئی ڈگری تک کے معاف کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور وہ بھی اپنے مخالفوں کو** دشنام ہاتیں سے

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

پھر یہ کہنا کہ کرم الدین کے خلاف انہوں نے کوئی مقدمہ کیا کیسا کھلا جھوٹ ہے۔

آہ! **اگر ذرا بھی حیا ہوتی تو ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے"**

کرم الدین کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی اور کینہ نہ تھا محض حق کی حمایت اور اظہار کے لئے آپکے بعض خدام کو عدالت تک جانا پڑا۔ اور آخر جس غرض کے لئے وہ گئے تھے خدا کے فضل و کرم سے اسمیں وہ پورے کامیاب ہو گئے۔

مولوی فاضل! اگر مولوی کرم الدین کا اپنا بیان ہی کبھی پڑھ لیتا تو وہ یہ ہرگز نہ کہتا کہ مولوی کرم الدین نے بغرض مدافعت دعویٰ کیا تھا۔ کیونکہ مولوی کرم الدین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسکا دعوےٰ بغرض مدافعت نہیں تھا بلکہ میرا (ایڈیٹر الحکم) دعویٰ بغرض مدافعت ہے (قطع نظر اسکے کہ صحیح ہے یا غیر صحیح)

بہرحال

حضرت اقدس کیطرف سے کوئی دعویٰ کرم الدین کے خلاف دائر نہیں کیا گیا تھا۔ اگر مولوی فاضل صاحب کی اس فقرہ سے وہ دعاوی جو حکیم فضل الدین صاحب اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کیطرف سے مولوی کرم الدین کے خلاف کئے گئے تھے مراد ہیں تو میں نہایت ادب سے عرض کرونگا کہ **"اگر انہیں حیا ہوتی تو کبھی ایسی بیہودہ سرائی کا نام بھی نہ لیتے"** کیونکہ اس سے بڑھ کر پردہ دری کیا ہوگا؟ مولوی فاضل صاحب! ایمان اور راستبازی ہاں **حیا اور انصاف** سے بتانا کہ کیا میرے مقدمہ میں مولوی کرم الدین صاحب بری ہوئے؟ اور حضرت اقدس کے مقدمہ سے کتنا عرصہ پہلے بری ہوئے تھے؟ یہ سوال اس لئے کیا گیا ہے کہ آپنے لکھا ہے **مدت سے بری ہو چکے تھے**۔

پبلک کی آنکھوں میں دہول ڈالنے کی آپ توڑی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہو سکتے۔

رہا حکیم فضل الدین صاحب کا مقدمہ اس کا تو اگر آپ ذکر ہی نہ کرتے تو اچھا ہوتا غالباً آپ نے اس کا فیصلہ نہیں پڑھا ہوگا۔ ورنہ ایسی جرأت اور دلیری آپ نہ کرتے کیونکہ وہ **مقدمہ** تو بڑے بڑے امور پر روشنی ڈالنے والا ثابت ہوا ہے۔ اس لحاظ سے کہ پورے طور پر یہ امر سمجھ میں آجاوے کہ اس مقدمہ میں کون کامیاب ہوا اور کون ناکام کسیقدر تفصیلی بحث بکار ہے۔

(باقی پانچویں نمبر میں)

سید ظہور حسن سجادہ نشین بٹالہ کی رائے

سید ظہور حسن صاحب سجادہ نشین بٹالہ کی ایک رائے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مجھے اتفاق سے مل گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے شائع کر دوں تاکہ ان کے دوست احباب اور ان کے مرید غور کریں کیا عجب کہ کسی کی سعادت اسکی رہنمائی کرے اور اسے اس چشمہ ہدایت و رشد تک لے آئے۔ یاد رہے کہ شیخ عبد الرحمٰن ایک نومسلم ہے جو موضع بوتر کا رہنے والا ہے وہ ۲۲۔ جمادی الاوّل ۱۳۱۰ ہجری کو بٹالہ جاکر سجادہ نشین موصوف کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اسکے ساتھ ہی انکی اہلیہ بھی مسلمان ہوئی تھی۔ اسوقت سجادہ نشین صاحب نے جو سرٹیفکیٹ شیخ صاحب مذکور کو دیا اس میں حضرت اقدس کے متعلق بھی ضمناً رائے دیدی۔ جسکو میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

اما بعد بر کافۂ اہل اسلام ہویدا باد کہ اندریں آوان سعید و زمان حمید سردار سنت سنگھ بعہد اہلیہ خویش بہ برکت **صحبت جناب مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الصمد کہ شخصے وحید عصر است** نور ایمان در قلب فیض طلب او تافت۔ نبی بخش پٹواری ساعی شد کہ بتقریب حسب معمول مشائخ خویش رحمہم اللہ کلمہ شہادت آں سردار رشید را تلقین کند اگرچہ برائے حصول ایں سعادت **مرزا غلام احمد ہزار درجہ از من اولیٰ بود"**

اس پنجے سرٹیفکیٹ میں سے اسقدر حصہ اس قابل تھا کہ میں اسے بطور ایک شہادت کے شائع کر دیتا ناظرین غور کریں کہ سجادہ نشین موصوف تسلیم کرتا ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب **شخصے وحید عصر است**۔ یعنی یہ ایسے باخدا بزرگ ہیں کہ ان کی نظیر اسوقت موجود نہیں ہے اور دوسری جگہ صاف لفظوں میں اعتراف ہے کہ وہ مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

کوئی شخص اگر یہ خیال کرے کہ یہ صرف کسر نفسی کے طور پر کہا ہے تو مجھے تعجب ہوگا کہ اپنی کسر نفسی ہی سہی لیکن حضرت اقدس کے مدارج علیا کو تو تسلیم کیا ہے۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ شخص مذکور بٹالہ جاکر مسلمان ہوا تھا بٹالہ میں بھی تو اور مولوی موجود تھے مگر کسی کی نسبت اس قسم کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے یہ ایک شہادت ہے جس سے کم از کم سید ظہور الحسن صاحب کے مرید فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ خدا کرے کہ انکو غور کرنے کی توفیق رفیق حال ہو۔ آمین۔

جلسۃ الوداع کی تقریب پر حضرت حجۃ اللہ کی تقریر

ابتداً اکثر احباب کے ارادے اور خواہش کی تحت یہ خیال تھا کہ جلسۃ الوداع کی ایک مختصر سی رپورٹ یکجائی صورت پر ہو لیکن چونکہ وہ مقصد بھی گئی عشرہ وقت پر چندا تمہ منشا سے ملتوی ہو گیا تو اس رپورٹ کی اشاعت کی بھی کوئی صورت نہ ہو سکی۔ اسپر میں نے اس جلسہ کی تقریروں کو وقتاً فوقتاً الحکم میں چھاپ دیا۔ چنانچہ حضرت حکیم الامۃ اور مخدوم الملۃ کی تقریریں گذشتہ سال میں چھاپ چکا ہوں۔ حضرت اقدس کی تقریر بھی چھاپنی شروع کی تھی مگر ایک دو نمبر نکل کر کسی وجہ سے وہ معرض التوا میں گئی۔ اب جبکہ موقع اور گنجائش ہے میں چاہتا ہوں کہ اسکو مکمل کر دوں اور اس لحاظ سے کہ وہ سلسلہ درست رہے اور پڑھنے والے کو فائدہ پہونچے وہ تھوڑا سا حصہ جو شائع ہو گیا تھا اسکو بھی پھر درج کرتا ہوں تاکہ سلسلہ درست رہے اور سالگذشتہ کے الگ الگ اوراق پلٹنے نہ پڑیں اب انشاء اللہ ہر اشاعت میں تا وقتیکہ ختم نہ ہو جاوے حتی الوسع شائع ہوگی وباللہ التوفیق۔ ایڈیٹر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب سے زندہ اتر آنے اور اس حادثہ سے بچ جانے کا قرآن شریف میں صحیح اور یقینی علم دیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ پہلے ہزار برس میں جہاں اسلام پر اور بہت سی آفتیں آئیں **وہاں** یہ مسئلہ بھی تاریکی میں پڑ گیا اور مسلمانوں میں بد قسمتی سے یہ خیال راسخ ہو گیا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے مگر اس چودھویں صدی **اللہ تعالیٰ** نے مجھے مامور کر کے بھیجا تاکہ میں اندرونی طور پر جو غلطیاں مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہیں انکو دور کروں اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کروں۔ اور بیرونی طور پر جو اعتراضات اسلام پر کئے جاتے ہیں ان کا جواب دوں اور دوسرے مذاہب **باطلہ** کی حقیقت کھول کر دکھاؤں خصوصیت کے ساتھ وہ مذہب جو صلیبی مذہب ہے یعنی عیسائی مذہب کہ غلط اعتقادات کا استیصال کروں جو انسان کے لئے خطرناک زہر ہیں۔ اور انسان کی روحانی قوتوں کے نشو و نما اور ترقی کیلئے ایک روک ہیں منجملہ انکے ایک یہی مسئلہ ہے جو مسیح کے آسمان پر جانے کے متعلق ہے۔ اور جس بد قسمتی کے بعض مسلمان بھی ان کے شریک ہو گئے ہیں۔ یہی ایک مسئلہ عیسائیت کا دار و مدار ہے کیونکہ عیسائیت کی بنا کا مدار ہی صلیب ہے ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے لئے مصلوب ہوا۔ اور پھر وہ زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا جو گویا اس کی خدائی کی دلیل ہے۔

جن مسلمانوں نے اپنی غلطی سے ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے وہ یہ تو نہیں مانتے کہ مسیح صلیب پر مر گیا مگر وہ اتنا ضرور مانتے ہیں کہ وہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے لیکن جو حقیقت اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح ابن مریم اپنے ہمعصر یہودیوں کے ہاتھوں سخت ستایا گیا جسطرح پر راستباز اپنے زمانہ میں نادان مخالفوں کے ہاتھوں ستائے جاتے ہیں۔ اور آخر ان یہودیوں نے اپنی منصوبہ بازی اور شرارتوں سے یہ کوشش کی کہ کسیطرح پر ان کا خاتمہ کر دیں اور ان کو مصلوب کرا دیں۔ بظاہر وہ اپنی ان تجاویز میں کامیاب ہو گئے کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم کو صلیب پر چڑھائے جانے کا حکم دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے راستبازوں اور ماموروں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ ان کو اس لعنت سے جو صلیب کی موت کے ساتھ وابستہ تھی بچا لیا۔ اور ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ وہ اس صلیب سے زندہ اتر آئے اس امر کے ثبوت کیلئے بہت سے دلائل ہیں جو خاص انجیل ہی سے ملتے ہیں۔ لیکن اسوقت اسکا بیان کرنا میری غرض نہیں۔ ان واقعات کو جو صلیب کے واقعات ہیں انجیل میں پڑھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مسیح ابن مریم صلیب سے زندہ اتر آئے۔ اور پھر یہ خیال کر کے کہ اس ملک میں ان کے بہت دشمن ہیں اور دشمن بھی دشمن جان۔ اور جیسا کہ وہ پہلے کہہ چکے تھے کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا مگر اپنے وطن میں جس سے انکی ہجرت کا پتہ ملتا تھا انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اس ملک کو چھوڑ دیں۔ اور اپنے فرض رسالت کو پورا کرنے کیلئے وہ بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں نکلے اور نصیبین کیطرف سے ہوتے ہوئے افغانستان کے راستہ کشمیر میں آ کر بنی اسرائیل کو جو کشمیر میں موجود تھے تبلیغ کرتے رہے اور ان کی اصلاح کی ...... اور آخر انہیں ہی وفات پائی۔ یہ امر ہے جو مجھ پر کھولا گیا ہے۔ اس ایک مسئلہ سے عیسائیت کا ستون ہی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جب صلیب پر مسیح کی موت ہی نہیں ہوئی اور وہ تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر ہی نہیں گئے تو الوہیت اور کفارہ کی عمارت تو بیخ و بنیاد سے گر پڑی اور مسلمانوں کا غلط خیال کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہوتی تھی کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں اور پھر نازل ہونگے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ جبکی نبوت پر آپ کی مہر نہ ہو (یہی) دور ہو گیا اور قرآن شریف کی اصل اور پاک تعلیم بھی ثابت ہو گئی کیونکہ قرآن شریف میں تو مسیح علیہ السلام کا صاف اقرار فلما توفیتنی کا موجود ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم **وفات مسیح** کے مسئلہ پر زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ انکی موت کے ساتھ عیسائی مذہب کی بھی موت ہے۔ اسی غرض سے میں نے کتاب مسیح ہندوستان میں لکھنی شروع کی ہے۔ اور اس کتاب کے بعض مطالب کی تکمیل کے لئے میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنی جماعت میں سے چند آدمیوں کو بھیجوں جو ان علاقہ جات میں جا کر ان آثار کا پتہ لگاویں جن کا وہاں موجود ہونا بتایا جاتا ہے چنانچہ اس غرض کو مد نظر رکھ کر ہم نے یہ جلسہ کیا ہے تاکہ ان دوستوں کو رخصت کرنے سے پہلے ہم سب ملکر ان کے لئے دعائیں کریں کہ وہ خیر و عافیت کے ساتھ اس مبارک سفر کے لئے رخصت ہوں اور کامیاب ہو کر واپس آویں۔

اگرچہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سفر جو تجویز کیا گیا ہے اگر یہی کیا جاتا تو بھی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اسقدر شواہد اور دلائل ہمکو اس امر کے لئے دیئے ہیں جنکو مخالف کا قلم اور زبان توڑ نہیں سکتی۔ لیکن مومن ہمیشہ ترقیات کی خواہش کرتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ حقایق اور معارف کا بھوکا پیاسا ہوتا ہے کبھی ان سے سیر نہیں ہوتا اسلئے ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ جسقدر ثبوت اور دلائل اور مل سکیں وہ اچھا ہے اسی مقصد کیلئے یہ تقریب پیش آئی ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو **نصیبین** کیطرف بھیجتے ہیں۔ جس کے متعلق ہمیں پتہ ملا ہے کہ وہاں کے حاکم نے حضرت مسیح کو اجبکہ وہ اپنی ناشکر گذار قوم کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں) لکھا تھا کہ آپ میرے پاس چلے آئیں۔ اور واقعہ صلیب سے بچ جانے کے بعد اس مقام پر پہونچکر انہوں نے بد قسمت قوم کے ہاتھ سے نجات پائی۔ یہاں کے حاکم نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ میرے پاس آ جائینگے تو آپکی خدمت کی سعادت حاصل کرونگا اور میں بیمار ہوں میرے لئے دعا بھی کریں۔ اگرچہ ایک انگریزی کتاب سے ہمیں معلوم ہوا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ روضۃ الصفا جو ایک اسلامی تاریخ ہے اس قسم کا مفہوم اس سے بھی پایا جاتا ہے اس لئے یہ یقین ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نصیبین میں ضرور آئے اور اسی راستہ کو وہ ہندوستان کو چلے آئے ہیں۔ ہمارا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ اس غرض سے اصل حقیقت کھل جائیگی اور اصل معاملہ صاف ہو جائیگا ممکن ہے کہ اس غرض میں ایسی تحریریں پیش ہو جاویں یا کوئی کتبے نکل آویں جو مسیح علیہ السلام کے اس سفر کے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالنے والے ہوں یا حواریوں میں سے کسی کی قبر کا کوئی پتہ چل جاوے۔ یا دراس قسم کے بعض امور نکل آویں جو ہمارے اس مقصد میں موید ثابت ہو سکیں۔ اسلئے میں نے اپنی جماعت میں سے تین آدمیوں کو اس سفر کیلئے طیار کیا ہے۔ ان کے تئیں ایک بڑا تصنیف بھی میں کرنی چاہتا ہوں جو بطور تبلیغ کے ہو اور جہاں جہاں وہ جاویں اس کو تقسیم کرتے رہیں اسطرح پر اس غرض سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ہمارے سلسلہ کی اشاعت بھی ہوتی جاوے گی۔ اور میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک **مخلص** اور وفادار جماعت عطا کی ہے میں دیکھتا ہوں کہ جس کام اور مقصد کیلئے میں ان کو بلاتا ہوں نہایت تیزی اور جوش کے ساتھ ایک دوسرے سے پہلے اپنی ہمت اور توفیق کے موافق آگے بڑھتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک صدق اور اخلاص پایا جاتا ہے میری طرف سے کسی امر کا اشارہ ہوتا ہے اور وہ تعمیل کیلئے طیار۔ حقیقت میں کوئی قوم اور جماعت طیار نہیں ہو سکتی جبتک اس میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کیواسطے اس قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو جو مشکلات اور مصائب اٹھانی پڑے ان کے حواریوں اور احباب میں سے ہمت کی کمزوری اور بے دلی ہی تھی۔ چنانچہ جب ان کو گرفتار کیا گیا تو پطرس جیسے اعظم الحواریین نے اپنے آقا اور مرشد کے سامنے انکار کر دیا۔ اور نہ صرف انکار کیا بلکہ تین مرتبہ لعنت بھی بھیج دی اور اکثر انکو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اسکے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے وہ صدق و وفا کا نمونہ دکھایا جسکی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملسکتی۔ انہوں نے آپ کی خاطر ہر قسم کا دکھ اٹھانا سہل سمجھا یہانتک کہ عزیز وطن چھوڑ دیا اپنے املاک و اسباب اور احباب سے الگ ہو گئے اور بالآخر آپ کی خاطر جان تک دینے سے تامل اور افسوس نہیں کیا۔ یہی صدق اور وفا تھی جس نے انکو آخر کامیاب کیا۔ اسی طرح میں اب دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اپنی قدر اور مرتبہ کے موافق ایک جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتی ہیں۔ جس دن سے میں نے نصیبین کیطرف ایک جماعت کے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہر ایک شخص کوشش کرتا ہے کہ اس خدمت پر میں مامور کیا جاؤں اور دوسرے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور آرزو کرتا ہے کہ اس کی جگہ اگر مجھے بھیجا جاوے تو میری بڑی ہی خوش قسمتی ہے بہت سے احباب نے اس سفر پر جانے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا میں ان درخواستوں سے پہلے مرزا خدا بخش صاحب کو اس سفر کے واسطے منتخب کر چکا تھا اور مولوی قطب الدین اور میاں جمال الدین کو ان کے ساتھ جانے کے واسطے تجویز کر لیا تھا۔ اسواسطے مجھے ان احباب کی درخواستوں کو واپس کر دینا پڑا تاہم میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جنھوں

نے بجبد کامل اور سچے اخلاص کے ساتھ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا ہے اللہ تعالے ان کی پاک نیتون کے ثواب کو ضائع نہیں کریگا اور وہ اپنے اخلاص کے موافق اجر پائینگے -

دور دراز بلاد اور ممالک غیر کا سفر آسان امر نہیں ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اسوقت سفر آسان ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کسکو علم ہو سکتا ہے کہ اس سفر سے کون زندہ آئیگا - چھوٹے چھوٹے بچے اور بیویوں اور دوسرے عزیزون اور رشتہ دارون کو چھوڑ کر جانا کوئی سہل بات نہیں اپنے کاروبار اور معاملات کو ابتری اور پریشانی کی حالت مین چھوڑ کر ان لوگون نے اس سفر کو اختیار کیا ہے اور انشراح صدر سے اختیار کیا ہے اس کے لئے مین یقین رکھتا ہون کہ بڑا ثواب ہے ایک تو سفر کا ثواب ہے کیونکہ یہ سفر محض خدا تعالیٰ کی عظمت اور توحید کے اظہار کے واسطے ہے - دوسرے اس سفر مین جو مشقتین اور تکالیف ان لوگون کو اٹھانی پڑین گی ان کا ثواب بھی ہے اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا جبکہ من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ کے موافق وہ کسی کی ذرہ بھر نیکی کے اجر کو بھی ضائع نہین کرتا تو اتنا بڑا سفر جو اپنے اندر ہجرت کا نمونہ رکھتا ہے اسکا اجر کیسے ضائع ہو سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - ہان یہ ضروری ہے کہ صدق اور اخلاص ہو ریا اور دوسرے اغراض شہرت و نمود کے نہون - اور مین جانتا ہون کہ بر و بحر کے شدائد و مصائب کو برداشت کرنا اور ایک موت کا قبول کر لینا بجز صدق کے نہیں ہو سکتا -

بہت سے بھائی ان کے لئے دعائین کرتے رہین گے اور مین بھی ان کے واسطے دعاؤن مین مصروف رہونگا کہ اللہ تعالے انکو اس مقصد مین کامیاب کرے اور خیر و عافیت سے واپس لاوے اور سچ تو یہ ہے کہ ملائکہ بھی ان کے واسطے دعائین کرینگے اور وہ ان کے ساتھ ہونگے -

اب مین یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس موقع پر ہماری جماعت نے دو قسم کی مروت اور ہمت دکھائی ہے ایک تو یہ گروہ ہے جنہون نے سفر اختیار کیا ہے اور اپنے آپکو سفر کے خطرات مین ڈالا ہے اور ان مصائب و شدائد کی برداشت کیلئے تیار ہو گئے ہین جو راستہ مین انہیں پیش آئینگی دوسرا وہ گروہ ہے جنہون نے زر کثیر دیکر اخراجات و مقاصد مین ہمیشہ دل کھول کر چندہ دیکر ہین مین کچھ ضرورت نہیں سمجھتا کہ تفصیل کرون کیونکہ ہر شخص کو [illegible]

اپنی استطاعت اور مقدرت کے موافق حصہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس اخلاص اور وفاداری کران چندون مین شریک ہوتے ہین مین یہ خوب جانتا ہون کہ ہماری جماعت نے وہ صدق اور وفا دکھایا ہے جو صحابہ ساتھ العسر مین دکھاتے تھے اگرچہ اشتہار مین بھی چند دوستون کے نام لکھے ہین جنہون نے اپنے صدق و ہمت کا نمونہ دکھایا ہے لیکن اس سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ مین دوسرون کے چندون یا انکی خدمات کو قابل قدر نہیں سمجھتا ہون مین خوب جانتا ہون کہ کس سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ پیری ہ میں دوڑتا ہے مین چونکہ بیمار رہتا اور بھی طبیعت ناساز ہے اسلئے مین پوری تفصیل نہیں لیسکا اور مختصر ہے اشتہار مین اتنی تفصیل ہو سکتی تھی - پس جن لوگون کا نام درج نہیں ہوا ہے انکو افسوس نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ان کی صدق اور اخلاص کو خوب جانتا ہے اگر کوئی شخص اس غرض کے لئے چندہ دیتا ہے یا ہماری دینی ضروریات مین شریک ہوتا ہے کہ اسکا نام شایع کیا جاوے تو یقیناً سمجھو کہ وہ دنیا کی شہرت اور نام و نمود کا خواہشمند ہے لیکن جو شخص اللہ تعالے کے لئے اس راہ مین قدم رکھتا ہے اور خدمت دین کے لئے کمربستہ ہوتا ہے اسکو اسبات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی - دنیا کے نام کی کچھ حقیقت اور اثر اپنے اندر نہیں رکھتے ہین نام وہی بہتر ہوتے ہین جو آسمان پر لکھے جاوین کاغذات کی کیا اثر ہے ایک دن ہوتے ہین اور ایک وقت ضائع ہو جاتے ہین لیکن جو کچھ آسمان پر لکھا جاتا ہے وہ کبھی محو نہیں ہو سکتا - اسکا اثر ابد الآباد دیکھنے ہوتا ہے - میرے بہت سے مخلص احباب ایسے ہین جن کو تم مین سے شاید بہت کم جانتے ہون لیکن انہون نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے - مثلاً مین نظیر کے طور پر لکھتا ہون کہ مرزا یوسف بیگ صاحب میرے بہت ہی مخلص اور صادق دوست ہین مین نے انکا ذکر اسواسطے کیا ہے کہ جس طرح پر بھائیون مین باہم تعارف پڑھتا ہو اور محبت پیدا ہوتی ہے مرزا صاحب اسوقت سے میرے ساتھ تعلق رکھتے ہین جبکہ مین گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا مین دیکھتا ہون کہ ان کا دل محبت اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے - اور وہ ہر وقت سلسلہ کی خدمت کیلئے اپنے اندر ایک جوش رکھتے ہین ایسا ہی اور بہت سے عزیز دوست ہین اور سب اپنے اپنے ایمان اور معرفت کے موافق اخلاص اور جوش محبت سے لبریز ہین - اگرچہ مین جانتا ہون کہ اعمال کی توفیق ترقی رفتہ رفتہ ملتی ہے لیکن اسمین کوئی شک نہیں کہ جب ایمان قوی ہوتا ہے اسیقدر اعمال مین بھی قوت آتی ہے یہانتک کہ اگر یہ قوت ایمانی پورے طور پر نشو و نما پا جاوے تو پھر ایسا مومن شہید کے مقام پر ہوتا ہے - کیونکہ کوئی امر اس کے سد راہ نہیں ہو سکتا وہ پیاری عزیز جان تک دینے مین بھی تامل اور دریغ نہ کریگا - جیسے کئی دفعہ اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے اور اب بھی [illegible]

بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے اسلئے مین پھر لکھنا چاہتا ہون کہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا ہے اور آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اسنے دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور قرآن مجید کو نازل فرمایا تو اس کی غرض کیا تھی ؟ ہر شخص جو کام کرتا ہے اسکی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے ایسا خیال کرنا کہ قرآن شریف کے نازل کرنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے اللہ تعالے کی کوئی غرض اور مقصد نہیں ہے کمال درجہ کی گستاخی اور بے ادبی ہے کیونکہ اس مین (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کیطرف ایک فعل عبث کو منسوب کیا جائیگا - اور حالانکہ اوسکی ذات پاک ہے (سبحانہ وتعالیٰ شانہ) پس یاد رکھو کہ کتاب مجید کے بھیجنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالے نے یہ چاہا ہے کہ دنیا پر عظیم الشان رحمت کا نمونہ دکھاوے - جیسے فرمایا ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین اور ایسا ہی قرآن مجید کے بھیجنے کی غرض بتائی کہ هدی للمتقین - یہ ایسی عظیم الشان اغراض ہین کہ انکی نظیر نہیں پائی جا سکتی - اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ جیسے تمام کمالات متفرقہ جو انبیاء علیہم السلام مین تھے وہ رسول اللہ علیہ وسلم کے وجود مین جمع کر دئے - اور تمام خوبیان اور کمالات جو متفرق کتابون مین تھے وہ قرآن شریف مین جمع کر دئے - اور ایسا ہی جسقدر کمالات تمام امتون مین تھے وہ اس امت مین جمع کر دئے پس خدا تعالیٰ نے چاہتا ہے کہ ہم ان کمالات کو پا لین - اور یہ بات بھی بھولنی نہیں چاہئے کہ جیسے وہ عظیم الشان کمالات ہم کو دینا چاہتا ہے اسکے موافق ہمین قوی بھی عطا کئے ہین - کیونکہ اگر اس کے موافق قوی نہ دئے جاتے تو پھر ہم ان کمالات کو کسی صورت سے حاصل بھی نہیں کر سکتے تھے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ایک گروہ کی دعوت کرے تو ضرور ہے کہ وہ اس گروہ کی تعداد کے موافق کھانا طیار کرے اور اسی کے موافق ایک مکان ہو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دعوت تو ایک ہزار آدمی کی کردے اور ان کے بٹھانے کے واسطے ایک چھوٹی سی کٹیا بنادے نہیں بلکہ وہ اس تعداد کا پورا لحاظ رکھیگا - اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی کتاب بھی ایک دعوت اور ضیافت ہے جسکے لئے کل دنیا کو بلایا گیا ہے - اس دعوت کیلئے خدا تعالیٰ نے جو مکان طیار کیا ہے وہ قوی ہین جو ان لوگون کو دئے گئے ہین قوی کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا اب اگر بیل گدھے یا کسی اور جانور کے سامنے قرآن کریم کی تعلیم کو پیش کرین - وہ نہیں سمجھ سکتے - اسلئے کہ ان مین وہ قوی نہیں مین جو قرآن کریم کی تعلیم کو برداشت کر سکین لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمکو وہ قوی دئیے ہین اور ہم اون سے فائدہ اٹھا سکتے ہین ہمین اللہ تعالیٰ نے وہ ہی دیا جو خاتم المومنین خاتم العارفین اور خاتم النبیین تھے - اور اسیطرح وہ کتاب

اپر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ پر نبوت ختم ہوگئی تو یہ نبوت اسطرح پر ختم نہیں ہوئی جیسے کوئی گلا گھونٹ کر ختم کر دے - ایسا ختم قابل فخر نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے مراد یہ کہ طبعی طور پر آپ پر کمالات نبوت ختم ہوگئے یعنی وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لیکر مسیح ابن مریم تک نبیون کو دئے گئے تھے کسی کو کوئی اور کسی کو کوئی وہ سب کے سب آنحضرت صلعم مین جمع کر دئے گئے - اور اسطرح پر آپ طبعاً خاتم النبیین ٹھیرے - اور ایسا ہی وہ جمیع تعلیمات - وصایا اور معارف جو مختلف کتابون مین چلے آتے ہین - وہ قرآن شریف پر آکر ختم ہو گئے - اور قرآن شریف خاتم الکتب ٹھیرا -

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے ہم جس قوت یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہین اسکا لاکھوان حصہ بھی وہ نہیں مانتے اور انکا ایسا ظرف ہی نہیں ہے وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مین ہے سمجھتے ہی نہیں ہین انہون نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے اور اسکی حقیقت سے بیخبر ہین وہ نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانیکا مفہوم کیا ہے ؟ مگر ہم بصیرت تام سے (جسکو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہین اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھولدیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمین پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہین جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگون کے جو اس چشمہ سے سیراب ہون - دنیا کی مثالون مین سے ہم ختم نبوت کی مثال اسطرح پر دیکھتے ہین کہ جیسے چاند ہلال سے شروع ہوتا ہے اور چودھوین تاریخ پر آکر اسکا کمال ہو جاتا ہے جبکہ اسکو بدر کہا جاتا ہے اسیطرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آکر کمالات نبوت ختم ہو گئے - جو یہ مذہب رکھتے ہین کہ نبوت زبردستی ختم ہوگئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یونس بن متی پر بھی ترجیح نہین دینی چاہئے - انہون نے اس حقیقت کو سمجھا ہی نہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور کمالات کا کوئی علم ہی انکو نہیں باوجود اس کمزوری فہم اور کمی علم کے ہمکو کہتے ہین کہ ہم ختم نبوت کے منکر ہین ہم ایسے مریضون کو کیا کہین اور انپر کیا افسوس کرین اگر ان کی یہ حالت نہ ہوگئی ہوتی اور حقیقت اسلام کو ان سے دور نہ جا پڑتی تو پھر میرے آنیکی ضرورت کیا تھی ؟ ان لوگون کی ایمانی حالتین بہت کمزور ہو گئی ہین اور وہ اسلام کے مفہوم اور مقصد سے محض ناواقف ہین ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اس حق کی عداوت کرتے جسکا نتیجہ کافر بنا دیتا ہو یہ لوگ سمجھتے ہین کہ ہم مین کونسی بات اسلام کے خلاف ہے ہم لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور نمازین بھی پڑھتے ہین اور روزے کے دنون مین روزے بھی رکھ لیتے ہین - اور زکوۃ بھی دیتے ہین مگر مین کہتا ہون کہ یہ تمام اعمال اعمال صالحہ کے رنگ مین نہیں ہین بلکہ محض ایک پوست کی طرح ہین جنمین مغز نہیں ہے - ورنہ [illegible]

نہیں کر سکتا کہ ایک مومن متقی ہو اور اعمال صالحہ کرتا ہو اور وہ اہل حق کا دشمن ہو [illegible] تو وہ انکار نہ کرتے اور اس حق کو دیکھ کر ایسا نہ ہو [illegible] خدا تعالیٰ کے نام کی [illegible]

مراسلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا
ھو الحق

حق کی چمک

ہمارے گرد و نواح میں ایک مخالف مولوی جو مفلسی کی وجہ سے فلاکت زدہ ہو کر اپنے وطن کو چھوڑ کر واعظانہ لباس میں دن گذران کرتا تھا ہمارے ہاں آ پہنچا۔ آج چونکہ احمدی فریق کی نسبت ہر ایک بدی اور بہتان کی فریق مخالف میں خوب سماعت ہوتی ہے۔ اسلئے لوگوں سے اپنی کامیابی کی راہ نکالنے کیلئے فریق مخالف کے لوگوں کو جو پہلے ہی احمدی سلسلہ کی مخالفت پر بڑے سرگرم تھے اور بہتیرا اور ایسا ابھارا کہ قریب تھا کہ مخالف لوگ احمدیوں کو گاؤں میں سے ہی نکال دیتے اگر سرکار انگلشیہ کے اقبال اور رعب ہیبت کا خیال نہ ہوتا۔ یہ ملاں جو اسوقت بھی ہمارے حق میں مخالفانہ وعظ کی کارروائی میں دن رات سرگرم رہتا ہے۔ اس نے عجیب طرح کی مخالفت کے کوچہ میں قدم رکھا ہے۔ ہمارے امام ہمام علیہ السلام کی تصنیفات میں سے چند کتابیں پاس رکھی ہیں وعظ کے وقت جب منبر پر چڑھتا ہے جلاسہ اجلاس میں وہی چند ایک کتابیں کھولکر مضامین وحی اور الہامات جو متشابہات کے رنگ میں ہیں انکو پیش کر کے ان کے غلط معنے کر کے لوگوں کو ہماری نسبت سخت بدظنی میں ڈالتا ہے چند روز کا ذکر ہے کہ اس نے وعظ کیا اور وعظ میں یہ کہا کہ لوگو ایک کنوئیں میں خنزیر پڑا ہو ہے کنواں پاک ہو سکتا ہے گو کنوئیں سے کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے لوگوں نے کہا کہ حضرت نہیں۔ پھر فرمایا کہ اسیطرح جبتک مرزائی فرقہ کے لوگ تم میں موجود ہیں تم کسیطرح پاک نہیں ہو سکتے اسلئے جہانتک ہو سکے انکو مارا کی کوشش کرو یا انکو اس حد تک ایذا دیں دو کہ یہ لوگ تم میں آمیزہ لینے تمہارے مذہب میں داخل ہوں۔ خیر ایسا ہی وعظ ہوتا ہے اگر اس سے بڑھکر آج چند روز کا ذکر ہے کہ بہت سے لوگ جمع ہو کر اور مجھے اور میرے ایک بڑا مرزائی سمجھکر میرے پاس آئے اور انمیں چند اور عمدہ طرح کے خواندہ بھی تھے انہوں نے اگر مجھے بہت کچھ کہا اور یہ بھی کہا کہ کیا تم ایسے شخص اس شخص کے پیرو ہونا ظاہر کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہتا ہے کہ میں ولد اللہ ہوں ابن اللہ ہوں ابن مریم سے بڑھکر ہوں میں اللہ کے عرش کیطرح ہوں اور اسکی توحید اور تفرید کیطرح ہوں یعنی نزول لے مرض کی کہ حضرت ہمارے پیشوا کی صداقت کو منہاج نبوت اور قرآن اور حدیث کے پیمانہ سے اس کو برخلاف ہو تو اس کو برخلاف سمجھینگے

ورنہ عداوت اور کینہ کی آنکھ سے ایک ہنر اور حق و حکمت کی بات کو بلا سوچے سمجھے کچھ کا کچھ سمجھ لینا یہ دانشمندی نہیں اور اسلام کی ہدایت کے بالکل برخلاف قرآن میں اسلئے تو لکھا ہے کہ یا ایھا الذین امنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا یعنے اے ایمان والو تم اللہ کی راہ میں ہر ایک قدم کو تحقیق کر لو کہ آیا یہ تمہارا قدم اللہ کی راہ پر ہے یا اس سے باہر ایسا ہی اور اور جگہ پر بھی یہی ہدایت فرمائی لیکن افسوس کہ آپ لوگوں نے اس طریق کو نظر انداز کر کے اور راہ اختیار کر لی جو جلد بازی اور عدم تفکری کی راہ ہے۔ بتاؤ کہاں ہمارے امام ہمام علیہ السلام نے لکھا ہے کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور وہ قرآن اور منہاج نبوت کے برخلاف ہو انہوں نے کہا پھر انت منی بمنزلۃ اولادی کے کیا معنے ہیں حالانکہ لم یلد ولم یولد کے برخلاف قول یا انکار اور ایسا ہی انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کا کیا مطلب اور انت منی بمنزلۃ عرشی کے کیا معنے اور انت منی وانا منک کا کیا مطلب اور مسیح ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ اسکا کیا منشاء ہے۔ میں نے نرمی سے عرض کی کہ آپ سب صاحب بیٹھ جائیں اور تحمل سے بیان سنیں تب آگے بھیجو اور یہ جتنے ان متشابہات کی نسبت جتنے میں مختصر تا انشاء یعنی حضرت اقدس کی برکت سے خدا کی تائید ہوئی اور حاضرین پر نہایت منظور ظاہر کر لیں کہ مولوی واعظ تو یہیں اسکا کیوں اور بہی مطلب سنا تا اور کہتا تھا کہ مرزا خدا کا پوت بنتا ہے اور اللہ کی توحید اور تفرید بنتا ہے اور ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ سے اپنے تئیں بہتر ظاہر کرتا ہے اور اصل بات یہ تھی جو اسوقت سنی پر کیے دلائل تو اس کے وعظ سے بالکل منکشف ہو گئے اور جاہل لوگ کالنقش فی الماء کیطرح ہو کر بہرا سطح کر گئے۔ میرے خیال میں ہے کہ ان اقوال لطیفہ کی تشریح جو اسوقت میں نے کی لکھکر قادیان معلی میں ارسال کیجائے۔ اسلئے کہ اگر وہ قابل ہے تو اسکی اصل حقیقت سے مجھے اطلاع ملجائے دوسرا یہ کہ اگر صحیح ہے تو درج اخبار ہو کر فائدہ عام کیلئے مخصوص ہو جاوے۔ وھو ھذا واضح ہو کہ الہام انت منی بمنزلۃ اولادی متشابہات کی قسم میں سے ہے اور ایسے کلام کو حقیقت پر حمل کرنے سے بیشک مضمون لم یلد ولم یولد کی مخالفت کرنی پڑتی ہے اور قرآنی ہدایت کی برخلاف ہونا پڑتا ہے اور جو کلام حقیقت پر حمل کرنے سے خلاف عقل اور دین ثابت ہو یہ قاعدہ ہے کہ اسکی وہ تحویل کیجاتی ہے جو خلاف معنا نہیں ہوتی اور قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ بعض لفظ جب وہ اللہ کی نسبت بیان کرتا ہے تو اس سے اور مراد ہوتی ہے اور جب وہی لفظ مخلوق کی نسبت بیان ہو تو اور معنے اور مطلب لیا جاتا ہے مثلاً دیکھو کہ استہزا کا لفظ انسان کی طرف بھی منسوب ہے جہاں فرمایا ہے کہ انما نحن مستھزءون اور ایسا ہی یہی لفظ اللہ کی نسبت

بھی بولا گیا۔ جہاں فرمایا کہ اللہ یستھزیٔ بھم لیکن استہزا کو جب ہم اللہ کی طرف منسوب کریں گے تو اسوقت اس لفظ کو حقیقت پر حمل نہیں کریں گے کیونکہ استہزا جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ اتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین۔ اور جہالت سے خدا پاک ہے اس لئے اس جگہ وہ معنے مراد ہوں گے جو موزون ہوں اور موزون یعنے یہ ہوں گے کہ اللہ خوار کرتا ہے انکو۔ اور چونکہ استہزا کا نتیجہ یعنے جبکہ استہزا کیا جائے اسکو خفت ہوتی ہے اور ذلت ہوتی ہے اسلئے استہزا کی رذیلہ صفت بالکل کی طرف منسوب ہوئی اور اللہ کی شایان شان اور اس کے مناسب حال استہزا کا نتیجہ جو ذلت ہوتی ہے کامل رنگ میں یہ معنے مراد لئے گئے ایسا قرآن میں نسیتم میں نسیان کا لفظ انسان کی طرف منسوب ہوا اور یہی لفظ انا نسینا میں اللہ کی طرف منسوب ہوا ہے اب نسیان کے معنے میں بھول جانے کے اور یہ انسانی صفت ہے نہ الٰہی صفت اب خدا کی طرف منسوب ہونے سے اس کے معنے معنے ہونیکے نہیں کئے جائیں گے کیونکہ نسیان سے خدا پاک ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ نسیان یعنے بھولنے کا نتیجہ کسی امر کو ترک کرنا ہوتا ہے اس لئے انسان کی طرف منسوب ہونے سے یہ لفظ بھول جانے کے معنوں میں ہی استعمال ہو گا لیکن اللہ کی طرف منسوب ہونے سے اس کے معنے نسیان کا نتیجہ جو ترک کرنا ہوتا ہے مراد لیا جائیگا ایسا ہی واقرضوا اللہ قرضا حسنا اور ان اللہ لا یستحیی الخ وغیرہ وغیرہ آیات میں غور سے دیکھ لو اسیطرح الہام انت منی بمنزلۃ اولادی کے معنے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اولاد مخلوق کی صفت ہے نہ خالق کی اور جب یہ لفظ خدا کی طرف منسوب ہوا تو اس کے معنے حقیقت سے پھیرے جائیں گے اور چونکہ اولاد میں والدین کے صفات افعال اور خوخصال پائے جاتے ہیں اور گویا اس رنگ میں والدین کی ہر ایک صفت کے وارث ہوتے ہیں اسیطرح جب الٰہی صفات کے رنگ سے خدا کے مقرب لوگ رنگین ہوتے ہیں اور خدا کی صفات کے مظہر ہونے سے اللہ کے وارث ہو جاتے ہیں اسوقت وہ اس حیثیت سے گویا اولاد اللہ ہو جاتے ہیں اور اسی جہت سے استعارہ کے طور پر ولد اللہ اور ابن اللہ کا اطلاق ہو سکتا ہے اسی بنا پر توریت میں یعقوب علیہ السلام کو خدا کا اکلوتا بیٹا اور سب راستبازوں کو خدا کے فرزند کہا گیا (۲) انت منی بمنزلۃ عرشی کے یہ معنے ہیں کہ عرش سے مراد تخت حکومت ہی اور حکومت اور سلطنت سے مظہر

جلال و جمال ہوتی ہے اس بنا پر کہا گیا کہ تو جیسے میرے سے مظہر جمال و جلال ہے (۳) انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کے یہ معنے ہیں کہ تو میرا وحید اور فرید بندہ ہے یا بمنزلہ وحید و فرید کے۔ (۴) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس میں پیغمبر کی تعریف ہے اور یہ عجیب نسخہ جس کا ایک پہلو دعویٰ ہے اور دوسرا دلیل دعویٰ یہ ہے کہ مریم کے بیٹے سے احمد کا بیٹا بہتر ہے غلام یعنے بیٹا (انا نبشرک بغلام و انا یکون لی غلام) پھر اگر ہے احمد کا بیٹا (یعنے غلام احمد) ہوں تو مریم کے بیٹے سے بھی بہتر ہوں کیونکہ احمد کا شان سب سے بڑھکر ہے اس لئے یہ کہا کہ اگرچہ ہوں انبیاء مگر محمد سب سے بڑھکر مقام احمد ہے۔ آپ ابن مریم سے بہتر ہونے سے تعجب کرتے ہو بجا اگر کہا جاتا کہ ابن آدم یا ابن ابراہیم یا ابن موسیٰ کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ تب بھی ہمارے نزدیک بہتر ہے۔ (۵) پانچویں الہام کے دو طرح کے معنے ہیں ایک یہ کہ تو میرا ہے اور میں تیرا دوسرا یہ کہ تو جو اس وقت کا امام اور مہدی مسیح ہے اس شان سے تیرا ظاہر ہونا مجھ سے ہے اور میرا اسوقت لوگوں پر ظاہر ہونا چونکہ تیرے ذریعہ سے ہے اس لئے گویا ان معنوں کے رو سے میں تجھ سے ہوں۔

راقم غلام رسول احمدی از راجیکے ضلع گجرات پنجاب

سید امیر علی شاہ صاحب کے الہامات

اختصار کیلئے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ شاہ صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بلا ناغہ ہوا کرتی ہے پس ہم انکی ڈائری میں اس حصہ کو چھوڑ کر جو کوئی بات ہوا کریگی دیا کرینگے اور جس تاریخ کو خالی چھوڑ دیا جاویگا اس روز صرف زیارت ہی ہوگی۔ ایڈیٹر

۸ فروری ۱۹۰۵ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حجۃ اللہ کے دولت سرا میں پایا اور سورۃ الدھر کی طرف شاہ صاحب کو توجہ دلائی گئی۔

۹ فروری ۱۹۰۵ء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حضرت امام حجۃ الاسلام کو تا قدر مکذبین کی تکالیف کا ذکر کرتے بیت الدعا میں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حجۃ اللہ کو فرمایا

اے میرے پیارے مسیح موعود و مہدی مسعود! میری حالت یاد کر اور سورۃ ن والقلم میں مفصل حالات دیکھ۔

۱۰ فروری ۱۹۰۵ء۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حجۃ الاسلام سے فرمایا نصر من اللہ و فتح قریب وبشر المؤمنین۔

۱۱ فروری ۱۹۰۵ء۔ اللہ تعالیٰ کی تجلیات سے بہرہ ور ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور الہام ہوا۔ ففروا الی اللہ۔

۱۲ فروری ۱۹۰۵ء۔ تجلیات الٰہیہ کا عجیب مشاہدہ کیا درد جگر سے سخت بیمار تھا۔ اکثر زبان سے نکلا

از درد و بیقرارم فریاد رس الٰہی
خود را بتو سپارم فریادرس الٰہی

اسیر درد جاتا رہا۔

۱۳ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ ما یلقّٰھا وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم۔

۱۵ فروری ۱۹۰۵ء۔ رویا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی مجھے قادیان آجانے کی مبارکباد دی۔ اور صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ خوش باش و بروبمقدم ماموران اللہ۔

۱۶ فروری ۱۹۰۵ء۔ بیت الکرام میں نماز پڑھی اور الہام ہوا من یعتصم باللہ فقد ھدی الی صراط مستقیم پھر الہام ہوا۔ واعتصموا بحبل اللہ۔

۱۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ فلنولینّک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام۔

۱۸ فروری ۱۹۰۵ء۔ مکہ معظمہ کا سفر بہ نیت حج جانے کیا۔ الہام ہوا۔ وجاء اھل المدینۃ یستبشرون۔

۱۹ فروری ۱۹۰۵ء۔ بیت اللہ میں نماز پڑھی۔ امام نے سورۃ جمعہ پڑھی۔ الہام ہوا۔ اولٰئک علٰی ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون۔

۲۱ فروری ۱۹۰۵ء۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مصافحہ کیا اور انہوں نے پیار کیا۔

۲۲ فروری ۱۹۰۵ء۔ تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کیا الہام ہوا۔ والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علٰی عینی۔

۲۳ فروری ۱۹۰۵ء۔ رویا میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنے قادیان میں مرنے اور دفن ہونے کی آرزو پیش کی۔ پھر الہام ہوا وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعھا۔ پھر الہام ہوا فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔

۲۴ فروری ۱۹۰۵ء۔ خیال ہوا کہ کیا میری نماز حسب فرمودہ حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوتی ہے۔ پھر الہام ہوا۔ فاذکروا اللہ کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون۔

۲۵ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ ذٰلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء۔ اس کے بعد الہام ۱۳۱۱ فروری کا تکرار ہوا۔

۲۶ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہامات نازل ہوئے۔ اما بنعمۃ ربک فحدث۔ وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم واذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا۔

۲۷ فروری ۱۹۰۵ء۔ الہام ہوا۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔

۲۸ فروری۔ جواد کریم ملک برٌ رؤف الرحیم

دار الامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت اچھی ہے۔ نصرۃ الحق کی تصنیف اور طبع کا کام بسرعت ہو رہا ہے۔

۲۔ خاندان رسالت کے تمام ممبر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تندرست ہیں۔ بزرگان ملت کی صحت قوم کی خوشی اور اللہ تعالیٰ کے شکر کا موجب ہوتی ہیں۔

۳۔ موسمی حالت میں اگرچہ اس ہفتہ کچھ بھی بہتر ہو گئی۔ سردی کم ہو گئی ہے۔ کوئی نمایاں تبدیلی نظر نہیں آئی ہے۔ ہر دوسرے تیسرے ابر محیط آسمان رہتا ہے۔ موسم کی اس غیر طبعی حالت کی وجہ سے بیماری کی آگ سلگ رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی کیس ہوتا ہے۔

۴۔ ۱۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میرے مکرم بھائی بابو محمد افضل صاحب کا بڑا بچہ عبد الشکور کئی روز کے متواتر بخار سے انتقال کر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ معصوم مرحوم ایک ہونہار اور ذہین بچہ تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے اس میں غیر معمولی مستعدی اور ہوشیاری پائی جاتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی جو ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو عالم ثانی میں ہمارے لیے فرط بنائے اور اس کے محزون والدین کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرماوے۔

۵۔ ۱۲ مارچ ۱۹۰۵ء عالی جناب لالہ سوہن لال صاحب تحصیلدار بٹالہ بتقریب دورہ بٹالہ کو واپس ہوتے ہوئے یہاں تشریف لائے۔ ہم نے الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں قادیان کے نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیے جانے کے متعلق اور سڑک بٹالہ تا قادیان کی شکستہ حالت کی طرف آپ کو توجہ دلائی تھی۔ جناب نے پورا نوٹس لیا ہے۔ سڑک کے لیے آپ نے باقاعدہ رپورٹ کی ہے اور نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیئے جانے کے متعلق باشندگان کے بیانات قلمبند کر کے لے گئے ہیں اور ایک زوردار رپورٹ کرنا چاہتے ہیں۔ لالہ سوہن لال صاحب ایک مشہور خوش خلاق اور رعایا کی بہی خواہی کیلئے خود تکالیف برداشت کرنے والے افسر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بٹالہ کی تحصیل آپ کی موجودگی پر بہت ہی نازاں اور خوش ہے۔ اگرچہ سنا جاتا ہے کہ آپ عنقریب ترقی پا کر ڈپٹی ہونے والے ہیں لیکن ضلع گورداسپور کی کیسی خوش قسمتی ہو اگر وہ اسی ضلع میں ایسی ترقی پائیں۔ بہرحال قادیان کی آبادی اس کے باشندوں کی کثرت خصوصاً سلسلہ عالیہ احمدیہ کی وجہ ترقی اس امر کی متقاضی ہیں کہ اس کو نوٹیفائیڈ ایریا قرار دیا جاوے اور سڑک کے پختہ کئے جانے کا انتظام ہو مجھے امید ہے کہ تحصیلدار صاحب کی توجہ بہت جلد قادیان کے رہنے والوں کو شکر گذار بنائیگی۔

۶۔ ۱۵ مارچ کی رات کو بیان کیا جاتا ہے کہ ایک کنواری ہندو لڑکی بعض شریر اور ناپاک اغراض اور خیال رکھنے والے بالجبر اٹھا لے گئے۔ اور اسے ایک جگہ میں رکھ کر اس کی عصمت پر بالجبر حملہ کرنا چاہا اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ باضابطہ مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ ایسے شریر بدمعاشوں کا اگر واقعی انتظام نہ کیا گیا تو خطرہ کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ کیا ہمارے ضلع کے نیک دل ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر خاص توجہ نہ فرماویں گے۔ ابھی [illegible] باتیں پھر مفصل بیان ہوں گی اور اصلیت ظاہر کریں گے۔

ولادت

میرے مکرم بھائی مفتی فضل الرحمن صاحب کے ہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو فرزند عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اسے خادم دین بنا کر ملک اور قوم کے لیے مفید ٹھہرائے اور وہ نافع الناس وجود ہو۔ آمین۔

میں صدق دل سے مفتی صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔

محمد علی صاحب احمدی [illegible] سے تحریر کرتے ہیں کہ ان کا بھائی علی احمد ورنیکلر سکول اجمیر میں پڑھتا ہے اس کے امتحان میں کامیابی کی دعا فرماویں۔ جو کہ ۲۲ مارچ کو ہونا ہے۔

مشتہرین کا مضمون شائع نہیں ہو سکا۔

ایڈیٹر

عذر گناہ بدتر از گناہ

نمبر اول

اکنون ہزار عذر بیاری گناہ را
مر شوئے کردہ را نبود زیب دختری

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں مولوی ابو الوفا امرتسری کے اعتراضوں کی حقیقت نمائی کیلئے ایک مسلسل آرٹیکل شائع ہوا ہے۔ مجھے خیال اور امید تھی کہ اگر مولوی فاضل صاحب کا کانشنس بالکل مردہ اور مسخ نہیں ہو گیا تو وہ اپنے غلط۔ بیہودہ اور لاطائل اعتراضات کو واپس لیں گے۔ اور آئندہ لب کشائی نہ کریں گے مگر میرا قیاس اس وقت تک ثابت نہیں ہوا۔ ضد اور تعصب کا برا ہو کہ یہ صداقت کا دشمن ہے۔

مولوی فاضل صاحب نے ان مضامین پر پورے ایک مہینے کی غور اور فکر کے بعد ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کے اہلحدیث میں قلم اٹھایا ہے جس سے ان مضامین کی وقعت اور قوت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ لیکن میں افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی صاحب نے جو کچھ اب لکھا ہے وہ

عذر گناہ بدتر از گناہ

کا صحیح مصداق ہے اس لئے میں اس عنوان کے نیچے ان کے ان مضامین کی پڑتال کرونگا

سب سے اول مولوی ابو الوفا صاحب نے یہ چالاکی کی ہے کہ میرے مضمون کا ایک بھی فقرہ جواب دینے سے پہلے نقل نہیں کیا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ میرے مضامین کو پورا درج کر دیتے تو اہلحدیث کے ناظرین پر حقیقت کھل جاتی اور بدون کسی مزید تحریر کے فیصلہ ہو جاتا۔ اب بھی اگر وہ الحکم کے جوابی مضامین کو بالمقابل درج کر دیں تو ان کی دیانتداری اور انصاف پسندی کا بھی اقتضا ہو جاتا ہے جب ان کے کسی مضمون پر لکھا ہے تو ان کے اعتراض کو اول نقل کر دیا ہے مگر ابو الوفا صاحب اس عمل کو اپنا دشمن اور پردہ در سمجھ کر اس سے بچتے رہنا یا بھاگتے ہیں۔

اسکے بعد میں انشاء اللہ العزیز دکھاؤنگا کہ مولوی [illegible] نے میرا کیا اعتراض کیا تھا اور اس کا کیا جواب کہہ دیا گیا اور اب مولوی فاضل صاحب ایک مہینے کے بعد کیا کہتے ہیں۔ اور یہ سب بطور خلاصہ ہوگا اور یہ سلسلہ

[illegible] شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا۔

تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو کہ آپ نے ۱۰ مارچ کی شب کو فرمائی

وحی اور کشف میں فرق اور کشف غیر مسلم کو بھی ہو سکتا ہے

ایک صاحب نے عرض کی کہ ایک عرصہ سے میرے دل میں خواہش ہے کہ کشف کی حالت طاری ہو۔ اور اگرچہ میں اپنے علم کے رو سے جانتا ہوں کہ اس کا حاصل ہونا کوئی کمالات میں سے نہیں ہے مگر تاہم اس کا خیال ہرگز دور نہیں ہوتا۔ اس کیلئے کچھ شفاعت فرماویں

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

کہ اس کا نسخہ مجاہدات اور ریاضات ہے لیکن اب آپ کی عمر اسکی متحمل نظر نہیں آتی عالم شباب میں ایسے مجاہدات اور ریاضات انسان کر سکتا ہے جس سے اسپر یہ حالت جلد طاری ہو۔ پیرانہ سالی میں قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں معدہ کام کرنے سے رہ جاتا ہے اس لئے مجاہدات میں استقامت حاصل نہیں ہوتی۔ آپ کے مناسب حال اگر کوئی مجاہدہ ہے۔ تو میری رائے میں یہ ہے کہ خلوت کے درمیان ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کی کثرت کریں۔ غیر اللہ کو قلب سے دفع کرنا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا مسکن بنا لینا آسان بات نہیں ہے۔ یہی بڑا مجاہدہ ہے۔ بیہودہ مجلسوں اور قیل و قال سے الگ رہے۔ اور غفلت کے پردہ کو جو کہ انسان کی زندگی پر پڑے ہوئے ہیں انکو دور کرنے کی کوشش کریں۔ پیرانہ سالی کے لحاظ سے یہ عمدہ مجاہدہ ہے جس سے تزکیہ نفس ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب اس عمر میں نوافل اور روزے وغیرہ کی برداشت مشکل ہے۔ اس مطلب میرا اس شعر میں خوب بیان ہے۔

لب ببند و گوش بند و چشم بند
گر نہ بینی نور حق بر ما بخند

کہ انسان اپنی زبان کو اور کانوں اور آنکھوں کو اپنے قابو میں ایسا کرے کہ سوائے رضائے حق کے ان سے کوئی فعل صادر نہ ہو۔ انسانی زندگی میں جو بے اعتدالی ہوتی ہے اسے اعتدال پر لانا بڑا کام ہے۔ اب اس وقت یہی مناسب حال ہے کہ خلوت بہت ہو اور ذکر الٰہی سے قلب غافل نہ ہو۔ اگر انسان اسکی مداومت اختیار کرے تو آخر کار قلب موثر ہو جاتا ہے۔ اور ایک تبدیلی انسان اپنے اندر دیکھتا ہے۔

کشف رویا کا اعلیٰ درجہ ہے

کشف کیا ہے یہ رویا کا ایک اعلیٰ مقام اور مرتبہ ہے۔ اسکی ابتدائی حالت کہ جس میں غیبت حس ہوتی ہے۔ صرف اس کو خواب (رویا) کہتے ہیں جسم بالکل معطل بیکار ہوتا ہے اور حواس کا ظاہری فعل بالکل ساکت ہوتا ہے۔ لیکن کشف میں دوسرے حواس کی غیبت نہیں ہوتی بیداری کے عالم میں انسان وہ کچھ دیکھتا ہے جو کہ نیند کی حالت میں حواس کے معطل ہونے کے عالم میں دیکھتا تھا۔ کشف سے کہتے ہیں کہ انسان پر بیداری کے عالم میں ایک ایسی ربودگی طاری ہو کہ وہ سب کچھ جانتا بھی ہو۔ اور حواس خمسہ اس کے کام بھی کر رہے ہوں اور ایک ایسی ہوا چلنے کہ نئے حواس اسے عطا ہوں جن سے وہ عالم غیب کے نظارے دیکھے وہ حواس مختلف طور سے ملتے ہیں کبھی بصر میں کبھی شامہ سونگھنے میں کبھی سمع میں شامہ میں اسطرح جیسے کہ حضرت یوسف کے والد نے کہا انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون (کہ مجھے یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا) اس سے مراد وہی نئے حواس ہیں جو کہ یعقوبؑ کو اس وقت حاصل ہوئے۔ اور انہوں نے معلوم کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے اور ملنے والا ہے اس خوشبو کو دوسرے پاس والے نہ سونگھ سکے۔ کیونکہ ان کو وہ حواس نہ ملے تھے جو کہ یعقوبؑ کو ملے۔ جیسے گڑ سے شکر بنتی ہے اور شکر سے کھانڈ اور کھانڈ سے اور دوسری شیرینیاں لطیف در لطیف بنتی ہیں ایسے ہی رویا کی حالت ترقی کرتی کرتی کشف کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ اور جب وہ بہت صفائی پر آ جاوے تو اس کا نام کشف ہوتا ہے۔

کشف اور وحی میں فرق

لیکن وحی ایسی شے ہے جو کہ اس سے بدرجہا بڑھکر صاف ہے۔ اور اس کے حاصل ہونے کیلئے مسلمان ہونا ضروری ہے کشف تو ایک ہندو کو بھی ہو سکتا ہے بلکہ ایک دہریہ بھی جو خدا کو نہ مانتا ہو وہ بھی اس میں کچھ نہ کچھ کمال حاصل کر لیتا ہے لیکن وحی سوائے مسلمان کے دوسرے کو نہیں ہو سکتی یہ اسی امت کا حصہ ہے کیونکہ کشف تو ایک فطرتی خاصہ انسان کا ہے۔ اور ریاضت سے یہ حاصل ہو سکتا ہے۔ خواہ کوئی کرے کیونکہ فطرتی امر ہے جیسے جیسے کوئی اسمیں مشق اور محنت کریگا۔ ویسے ویسے اس پر اسکی حالتیں طاری ہونگی۔ اور ہر ایک نے کچھ نہ کچھ رویا کا ہونا اس امر پر دلیل ہے۔ دیکھا ہوگا کہ بعض خوابیں بعض فاسق و فاجر لوگوں کو بھی آجاتی ہیں پس جیسے ان کو سچی خوابیں آتی ہیں ویسے ہی زیادہ مشق سے کشف بھی ان کو ہو سکتے ہیں حتے کہ حیوان بھی صاحب کشف ہو سکتا ہے لیکن الہام یعنے وحی الٰہی ایسی شے ہے کہ جب تک خدا سے پوری صلح نہ ہو اور اس کی اطاعت کیلئے اس نے گردن نہ رکھدی ہو تب تک وہ کسیکو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے نزول وحی کا صرف ان کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ خدا کی راہ میں مستقیم ہیں۔ اور وہ صرف مسلمان ہی ہیں۔ وحی ہی وہ شے ہے کہ جس سے انا الموجود کی آواز کان میں آ کر ہر ایک شک و شبہ سے ایمان کو نجات دیتی ہے اور بغیر جس کے مرتبہ یقین کامل کا انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا لیکن کشف میں یہ آواز کبھی نہیں سنائی دیتی اور یہی وجہ ہے کہ صاحب کشف ایک دہریہ بھی ہو سکتا ہے لیکن صاحب وحی کبھی دہریہ نہیں ہوگا۔

اس مقام پر حضرت نور الدین صاحب حکیم الامت نے عرض کی کہ حضور سائل کا منشاء یہ ہے کہ یہ خواہش اسکے دل سے دور ہو جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کے دل میں کشف کی جو عظمت بیٹھی ہوئی ہے جب تک وہ نہ دور ہوگی۔ تو علاج کیسے ہوگا۔ اسی لئے تو میں فرق بیان کر رہا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک چوڑھی (خاکروبہ) آتی ہے۔ وہ بھی کبھی خوابوں کا ایک سلسلہ بیان کیا کرتی ہے لیکن اس سے اس کا عند اللہ مقرب ہونا یا صاحب کرامت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ ایک مسلمان کا کشف جسقدر صاف ہوگا اسقدر غیر مسلم کا ہرگز صاف نہ ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ ایک مسلم اور غیر مسلم میں تمیز رکھتا ہے اور فرماتا ہے قد افلح من زکّٰھا۔ لیکن وحی کو کشف نہیں پا سکتا یہ وحی کی ہی قدر ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادے سے اس کیلئے ایک شخص کو انتخاب کرتا ہے اور شرف مکالمہ بخشتا ہے اور ہر میدان میں اسکا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔ اور صاحب وحی کے تعلقات دن بدن خدا سے قائم ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ایمان میں غیر معمولی ترقی روز افزوں ہوا کرتا ہے۔

(البدر)

مختصر نوٹ اور نکات

حقیقی توحید جس کا اقرار ہم سے خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا کوئی معز اور مذل خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا اپنا تذلل اسی سے خاص کرنا اپنی امیدیں اسی سے خاص کرنا اپنا خوف اسی سے خاص کرنا پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی اول ذات کے لحاظ سے توحید یعنے یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنے یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنے محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک گرداننا اور اسمیں کھوئے جانا۔

جس شخص کی فطرت سلیم اور عقل درست ہو وہ کیسے چند روزہ لذائذ اور حظوظ نفسانی میں مبتلا ہو کر اپنے رب کریم سے غافل اور کسطرح اپنی لاچاریوں اور نا قابلیتوں کو اپنے سے کافی سمجھکر مولا حقیقی کی عبادت اور استعانت کو لاپروا اور کیسے ہزار در ہزار ظاہری عبرتوں اور سماوی نصیحتوں کے درمیان بیخبر اور جاہل رہ سکتا ہے یہ تمام بدبختی اور غفلت اسی بدفہمی کا نتیجہ ہے جسکو رب العالمین بدکاروں کی نسبت اسطرح ظاہر فرماتا ہے ام حسب الذین یعملون السیأت ان یسبقونا یعنے کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے۔

اگر انسان بدفہم ہو تو ایمانی اصول سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے جو شخص خدا تعالیٰ کو اپنا سچا مولیٰ سچا محسن سچا خیر خواہ سچا ہادی اور حساب اعمال کو واقعی اور صحیح مانتا ہو وہ اس ایمان کے نیچے نامعلوم طور پر بہت کچھ ترقیات کر سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو